113

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 3۔نومبر 2009

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات (محکمہ داخلہ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(مفاد عامہ سے متعلق قرارداد یں)

(مورخہ 20۔اکتوبر 2009 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قرارداد)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ہسپتالوں بالخصوص
صوبائی دارالحکومت لاہور کے سرکاری ہسپتالوں میں ایمرجنسی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے خواتین ایمرجنسی علیحدہ کی جائے اور اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ خواتین ایمرجنسی میں صرف اور صرف لیڈی ڈاکٹر اور لیڈیز سٹاف ہی تعینات کیا جائے۔

(موجودہ قرارداد یں)

1. چودھری ظہیر الدین خان:
جناب محمد محسن خان لغاری:
جناب محمد یار ہراج:
سیدہ بشریٰ نواز گردیزی:
یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بلوچستان اور پنجاب کے سنگم پر واقع فورٹ منرو کے علاقہ میں کیڈٹ کالج قائم کیا جائے جس میں طلبا کا داخلہ مذکورہ دونوں صوبوں کے مابین برابری کی بنیاد پر ہو، تاکہ بھائی چارے اور یک جہتی کی فضا کو فروغ دیا جا سکے اور دونوں صوبوں کے عوام میں مفاہمت کے جذبے کو تقویت ملے۔

2. چودھری مونس الٰہی: اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت جلد از جلد سرکاری ہسپتالوں کیلئے ایک چیکنگ سیل (Checking Cell) قائم کرے جو مریضوں کی

ڈاکٹر سامیہ امجد:
ڈاکٹر محمد افضل:
جناب شیر علی خان:

شکایات پر فوری ایکشن (Action) لے تاکہ سرکاری ہسپتالوں میں ڈاکٹروں اور
پیرا میڈیکل سٹاف کی روز بروز بڑھتی ہوئی لاپرواہی، غفلت اور غیر ذمہ داری پر قابو پایا جاسکے اور مریضوں کو صحیح معنوں میں Relief مل سکے۔

114

3. میاں محمد شفیق ارائیں: یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبائی اسمبلی پنجاب کی
کم از کم Sittings، 70 دن کی بجائے 100 دن کی جائیں۔

4. شیخ علاؤالدین: اس ایوان کی رائے ہے کہ حالیہ لوڈشیڈنگ کے باعث بجلی کی بچت کیلئے اور دہشت گردی کے پیش نظر شادی بیاہ اور اس کی تمام رسومات کے فنکشن اور دیگر سرکاری وغیر سرکاری تقریبات، شادی ہالز، پارکوں، ہوٹلوں، سڑکات اور دیگر کھلی جگہوں پر رات دس بجے کے بعد منعقد کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔
خلاف ورزی پر قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

5. محترمہ زوبیہ رباب ملک: اس ایوان کی رائے ہے کہ سرکاری ملازمین کو ریٹائرمنٹ کے بعد ہاؤسنگ کالونی میں ملنے والے گھروں کی ماہانہ قسط کی کٹوتی اپنی صوابدید کے مطابق کروانے کی اجازت دی جائے تاکہ بوقت ریٹائرمنٹ اس پر کم سے کم بوجھ رہ جائے۔

115

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا پندرھواں اجلاس

منگل، 3-نومبر 2009

(یوم الثلاثہ، 14-ذیقعد 1430ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 18 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُقَدِّمُوا۟ بَيۡنَ يَدَىِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ
ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌo يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرۡفَعُوٓا۟ أَصۡوَٰتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ
ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ أَن تَحۡبَطَ أَعۡمَـٰلُكُمۡ
وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَo إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصۡوَٰتَهُمۡ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُو۟لَـٰٓئِكَ
ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ لِلتَّقۡوَىٰ ۚ لَهُم مَّغۡفِرَةٌ وَأَجۡرٌ عَظِيمٌo إِنَّ ٱلَّذِينَ
يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ ٱلۡحُجُرَٰتِ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَo

سورۃ الحجرات آیات 1 تا 4

مومنو! کسی بات کے جواب میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا، جانتا ہے o اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو o جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ لئے آزما لئے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے o جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں o

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر
سرور انبیاء تیری کیا بات ہے
والی دو جہاں اک تیری ذات ہے
اے حبیب خدا تیری کیا بات ہے
حضرت آمنہ کے دُلارے نبی
غمزدہ اُمتوں کے سہارے نبی
روز محشر کہے گی یہ خلق خُدا
سب کے مشکل کشا تیری کیا بات ہے
رحمت دو جہاں کا خزینہ ملے
جب گلے سے ہوائے مدینہ ملے
عرشیوں کی ندا فرشیوں کی صدا
اے در مصطفےٰ ﷺ تیری کیا بات ہے
یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر
سرور انبیاء تیری کیا بات ہے
والی دو جہاں اک تیری ذات ہے
اے حبیب خدا تیری کیا بات ہے

سوالات

(محکمہ داخلہ)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

جناب ڈپٹی سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔آج وقفہ سوالات شروع کرنے سے پہلے میں معزز ممبران سے ایک بات کہنی چاہوں گا کہ ہر دفعہ 34 سے 40 سوالات ہوتے ہیں جبکہ ہمیشہ چار یا پانچ سوالات take up ہوتے ہیں اور باقی رہ جاتے ہیں۔ جن معزز ممبران نے محنت کرکے سوالات دیئے ہوتے ہیں، ضمنی سوالات زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کے سوالات take up نہیں ہو پاتے۔اس طرح ان کا اپنے سوال کا جواب لینے کا استحقاق مارا جاتا ہے۔اس حوالے سے precedents موجود ہیں۔rule-55 کے اندر سوال پوچھنے کا طریقہ اور rule-56 کے اندر ضمنی سوال کو define کیا گیا ہے۔ ہم سے پہلے یہ precedents ہیں کہ ایک ضمنی سوال کرنے کی اجازت دی جاتی تھی تاکہ زیادہ سے زیادہ سوالات House میں take up ہو سکیں تو میری معزز ممبران سے یہ گزارش ہے کہ آج صرف ایک ضمنی سوال کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

اب وقفہ سوالات شروع کیا جاتا ہے۔آج کے ایجنڈا پر محکمہ داخلہ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اوران کے جوابات دیئے جائیں۔ سب سے پہلے سیدہ بشریٰ نواز گردیزی صاحبہ کا سوال ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: ان کے ایماء پر سوال نمبر 983۔(معزز رکن نے سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 983 دریافت کیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جی، ہاں اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

درخواست کنندگان کو بغیر ٹیسٹ ڈرائیونگ لائسنس جاری کرنا

*983: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موٹر سائیکل لائسنس بغیر تحریری و عملی امتحان جاری کر دیئے جاتے ہیں، اگر جواب نفی میں ہے تو پھر شاہرات پر سب سے زیادہ ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے موٹر سائیکل سوار کیوں دکھائی دیتے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبے کے بیشتر اضلاع میں ٹریکٹر اور ایچ ٹی وی ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے والوں کو خدا ترسی کرتے ہوئے بغیر کسی تحریری اور عملی امتحان کے، ڈرائیونگ لائسنس جاری کر دیئے جاتے ہیں جو بعد میں جان لیوا حادثات کا موجب بنتے ہیں؟

(ج) کیا حکومت صوبے میں ڈرائیونگ لائسنس کے اجرأ کے طریقے کو بہتر اور آسان بنانے کے لئے مؤثر حکمت عملی اپنانے کا ارادہ رکھتی ہے، اس سلسلے میں کیا تجاویز زیر غور ہیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) موٹر سائیکل کے لائسنس کے حصول کے لئے روڈ ٹیسٹ اور سائن ٹیسٹ لیا جاتا ہے جس میں امیدوار کو خود حاضر ہونا پڑتا ہے ان میں کچھ پاس ہو جاتے ہیں اور چند فیل ہو جاتے ہیں اور پاس کنندگان کو لائسنس جاری کیا جاتا ہے۔ لائسنس یافتہ موٹر سائیکل سوار قانون کی خلاف ورزی کم کرتے ہیں۔ شاہرات پر زیادہ تر کم عمر موٹر سائیکل سوار قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں جن کے خلاف ٹریفک پولیس نے 08۔01۔01 سے 08-08-03 تک کم عمر ڈرائیوروں کے خلاف 6858 چالان کئے ہیں۔

(ب) جناب عالی! HTV ڈرائیونگ لائسنس اور ٹریکٹر ڈرائیونگ لائسنس کے حصول کے لئے ناخواندگی اور غربت کی بناء پر خدا ترسی کر کے لائسنس جاری نہ کیا جاتا ہے۔ قانون کو مد نظر رکھ کر ڈرائیونگ لائسنس جاری کیا جاتا ہے۔ روڈ ٹیسٹ اور سائن ٹیسٹ لیا جاتا ہے جس میں امیدوار کو خود حاضر ہونا پڑتا ہے۔ HTV ڈرائیونگ لائسنس کا شمار کمرشل لائسنس میں ہوتا ہے جن کے ٹیسٹ کے لئے باقاعدہ ایک بورڈ ہوتا ہے جو ڈی ایس پی ٹریفک اور MVE پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ج) جو بھی حکومت کی پالیسی ہوتی ہے اس کے مطابق امتحان لیا جاتا ہے۔ لائسنس کے حصول کا طریق کار نہایت ہی آسان ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (الف) میں موٹر سائیکل لائسنس کے بارے میں پوچھا گیا تھا اور اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ "امیدوار کو خود حاضر ہونا پڑتا ہے اور امتحان میں حاضر ہونے کے بعد ان کو لائسنس جاری کئے جاتے ہیں"۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس امتحان میں کتنے فیصد لوگ فیل ہوتے ہیں؟ اگر سو لوگ امتحان دیتے ہیں تو کیا ان میں سے چالیس، ساٹھ یا اسی لوگ پاس ہو رہے ہیں یعنی اس کی average کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جواب میں جو بتایا گیا ہے میں وہ معزز رکن کی information کے لئے پڑھ دیتا ہوں کہ "موٹر سائیکل کے لائسنس کے حصول کے لئے روڈ ٹیسٹ اور سائن ٹیسٹ لیا جاتا ہے جس میں امیدوار کو خود حاضر ہونا پڑتا ہے۔ ان میں کچھ پاس ہو جاتے ہیں اور چند فیل ہوتے ہیں۔ پاس کنندگان کو لائسنس جاری کیا جاتا ہے"۔ سوال یہ تھا کہ "کیا یہ درست ہے کہ موٹر سائیکل لائسنس بغیر تحریری و عملی امتحان جاری کر دیئے جاتے ہیں اگر جواب نفی میں ہے تو پھر شاہرات پر سب سے زیادہ ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے موٹر سائیکل سوار کیوں دکھائی دیتے ہیں؟ غالباً فیصد کا ذکر سوال کے جز (الف) میں تو نہیں ہے۔ اگر لغاری صاحب فیصد معلوم کرنا چاہتے ہیں تو میں information لے کر ان کو مہیا کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے، سوال میں تو اس کا ذکر نہیں ہے لیکن وزیر قانون صاحب آپ کو یہ information مہیا کر دیں گے۔ اب اگلا سوال نمبر 985 سیدہ بشریٰ نواز گردیزی صاحبہ کا ہے۔

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Sir, on her behalf Q. No. 985.

(معزز رکن نے سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 985 دریافت کیا)

خانیوال تا رحیم یار خان جی ٹی روڈ پر پولیس تعیناتی

*985: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ خانیوال تا رحیم یار خان ہائی ویز، جی ٹی روڈ اور دیگر اہم شاہرات پر patrolling کے لئے پولیس تعینات نہیں کی گئی اور اگر کی گئی ہے تو اس کی تعداد ناکافی ہے اور عوام کے تحفظ اور مدد کو بروقت ممکن بنانا ان کے بس کی بات نہیں؟

(ب) حکومت جنوبی پنجاب کے عوام کو تحفظ کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے Motorway Police کی طرز پر کوئی فورس ان علاقہ جات میں تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) گزارش ہے کہ خانیوال سے لودھراں کے درمیانی فاصلہ تقریباً 96 کلومیٹر کے درمیان درج ذیل پٹرولنگ پوسٹیں فرائض سرانجام دے رہی ہیں:۔

1۔ چک نمبر R۔10/159 ضلع خانیوال (خانیوال۔بہاول پور روڈ)

2۔ قطب پور ضلع لودھراں (دنیاپور۔خانیوال روڈ)

3۔ رکن پور ضلع لودھراں (خانیوال۔لودھراں روڈ)

ضلع لودھراں سے رحیم یار خان کا درمیانی فاصلہ تقریباً 317 کلومیٹر ہے جس کے درمیان کوئی پٹرولنگ پوسٹ واقع نہ ہے چونکہ یہ سڑک NH&MP کے دائرہ اختیار میں آتی ہے۔

علاوہ ازیں درج ذیل پٹرولنگ پوسٹیں بھی درج ذیل شاہراہوں پر فرائض سرانجام دے رہی ہیں:۔

بستی ملوک ضلع ملتان (ملتان۔بہاولپور روڈ)

موضع کھوئی والا ضلع خانیوال (خانیوال۔ملتان روڈ)

درج ذیل اضلاع کی پٹرولنگ پوسٹوں کی تفصیل اس طرح ہے جو اضلاع کی دیگر شاہرات پر قائم کی گئی ہیں۔

1۔	ضلع خانیوال	آپریشنل پوسٹوں کی تعداد=4 زیر تعمیر پوسٹوں کی تعداد=5
2۔	ضلع ملتان	آپریشنل پوسٹوں کی تعداد=5 زیر تعمیر پوسٹوں کی تعداد=5
3۔	ضلع لودھراں	آپریشنل پوسٹوں کی تعداد=4 زیر تعمیر پوسٹوں کی تعداد=4
4۔	ضلع بہاولپور	آپریشنل پوسٹوں کی تعداد=10 زیر تعمیر پوسٹوں کی تعداد=7

5-ضلع رحیم یار خان آپریشنل پوسٹوں کی تعداد=11
زیر تعمیر پوسٹوں کی تعداد=9

(ب) 83 پٹرولنگ پوسٹیں جنوبی پنجاب یعنی ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان ریجنز میں آپریشنل ہیں اور 67 پٹرولنگ پوسٹیں زیر تعمیر ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جز (ب) میں پوچھا گیا تھا کہ "حکومت جنوبی پنجاب کو عوام کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے Motorway Police طرز کی کوئی فورس ان علاقہ جات میں تعینات کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے۔" اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ 83 پٹرولنگ پوسٹیں جنوبی پنجاب یعنی ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان ریجنز میں آپریشنل ہیں اور 67 پٹرولنگ پوسٹیں زیر تعمیر ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ڈیرہ غازی خان کے اندر کتنی پوسٹیں آپریشنل ہیں اور کتنی زیر تعمیر ہیں اور ان پوسٹوں کی location کے بارے میں بھی بتادیں کہ کوئی پوسٹیں دو دو چار چار کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں یعنی پاس پاس ہی ہیں اور کہیں دور دور تک یہ پوسٹیں نہیں ہیں تو ان کی selection کا criteria کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں یہ بالکل ہی نیا سوال ہے کیونکہ اس میں آپ نے criteria کے بارے میں پوچھا ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ آپ کو پتا ہی ہے کہ یہ پولیس پوسٹیں پچھلے دور میں بنی تھیں تو اس دور میں کسی بھی بات کا کوئی criteria نہیں تھا تو ان پولیس پوسٹوں کا کیا criteria ہونا تھا؟ جہاں کسی کا دل کیا انہوں نے یہ بنادی ہیں۔ ضلع خانیوال، ملتان، لودھراں، ضلع بہاولپور اور ضلع رحیم یار خان سے متعلق پوچھا گیا تھا تو یہاں اس کے متعلق درج ہے چونکہ ڈیرہ غازی خان سے متعلق لغاری صاحب کا اپنا interest ہے تو میں آج ہی اس کے بارے میں ان کو information لے دیتا ہوں۔

جناب محمد جمیل شاہ: جناب سپیکر! انہوں نے بتایا ہے کہ خانیوال میں چار پولیس پوسٹیں آپریشنل ہیں اور پانچ زیر تعمیر ہیں تو میں منسٹر صاحب کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ ایک سال ہو گیا ہے یہ پانچ پولیس پوسٹیں بھی مکمل ہیں لیکن ان پر ابھی تک عملہ تعینات نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں وصولی کی تاریخ 9-اکتوبر ہے بلکہ اچھی بات ہے کہ اگر 9-اکتوبر کے بعد وہ پانچ complete ہو چکی ہیں تو جہاں پر یہ پولیس پوسٹیں complete ہو چکی ہیں تو ان پر عملہ فوری طور پر تعینات ہونا چاہئے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو buildings تعمیر ہو چکی ہوتی ہیں تو متعلقہ ڈیپارٹمنٹ سے ان کے handover کا معاملہ ہوتا ہے اور بعض اوقات ان تعمیرات میں کوئی نقائص ہوتے ہیں جس وجہ سے انہیں handover کرنے پر تھوڑا problem ہوتا ہے تو یہاں پر اس قسم کا کوئی problem چل رہا ہے لیکن اس کو جلد sort out کروالیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، راجہ صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ سے میری یہ گزارش ہو گی کہ آپ دیکھیں کہ سال کے بعد سوالات کے جوابات آتے ہیں تو ان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ آپ ڈپٹی سپیکر ہیں تو آپ ایک کمیٹی بنائیں جو اس کو affective کرے اور ہر نئے اجلاس میں fresh business آنا چاہئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، لاء منسٹر!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر ایوان کا consensus ہو تو ٹھیک ہے جس طرح سے اجلاس کے بعد Adjournment Motions lapse کر جاتی ہیں اور اگلے اجلاس میں نئی motions کے جوابات آتے ہیں۔ سینئر منسٹر صاحب کی یہ بات واقعی درست ہے کہ ایک سال پہلے پوچھے گئے سوال کا جواب دس ماہ پہلے یا گیارہ ماہ پہلے آیا ہے تو آج اس کی وہ relevancy نہیں رہتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں یہ معاملہ متعلقہ کمیٹی کو refer کر دیتے ہیں، وہ اس پر rules بنا کر ایوان کو اس بارے میں اعتماد میں لے لے اور پھر ہم اس کو باقاعدہ part of the Assembly business بنالیں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بہت عرصے سے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ ہماری اسمبلی کے Number of days and period of time کم ہے۔ ہم کئی دفعہ point of orders پر تین تین گھنٹے لگا دیتے ہیں تو اس حوالے سے amendment لائی جائے اور لاء منسٹر صاحب اس کا باقاعدہ workout کریں کیونکہ یہ صوبہ بڑا ہے اور اس کے ممبران بھی زیادہ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات بالکل valid ہے۔ پہلے ہم business complete کر لیں، جیسے ہی Question Hour ختم ہوتا ہے میں اس پر بات کرنے کا بالکل ٹائم دوں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ Law & Parliamentary Committee کو already کافی matters refer ہوئے ہیں ان

کے اندر یہ matter بھی ہے۔ لغاری صاحب جانتے ہیں کہ اس کے اندر یہ amendments گئی ہوئی ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں نے اس میں صرف یہ add کرنا ہے کہ یہ کسی طرح بھی feasible نہیں ہے کہ یہ ایک سال پرانا business ہے اس لئے اس کو lapse کر دیا جائے۔ یہاں باری ہی بڑی مشکل سے آتی ہے اور مسائل کو اس طرح invalidate نہیں کیا جا سکتا۔ بات یہ ہے کہ ہم زیادہ ٹائم دیں۔We should be willing to work کیونکہ ہم تنخواہ لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! میں نے آپ کے آنے سے پہلے کہا تھا کہ یہ Question Hour ہے، پلیز تشریف رکھیں۔ اب اگلا سوال محترمہ راحیلہ خادم حسین کا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اس وقت محکمہ داخلہ کے سوالات کا ٹائم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا سوال ان questions سے related ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ میری بات سن لیں اگر اس سے related نہ ہوا تو میں بیٹھ جاؤں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، غلط point of orders سے اس اسمبلی کا زیادہ ٹائم ضائع ہوتا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اگر یہ چیز ان questions سے related نہیں ہے تو پھر میں اس کے لئے بعد میں ٹائم دوں گا۔rules are rules وہ سب کے لئے ایک ہیں۔ (قطع کلامیاں)

آپ کو میں بعد میں ٹائم دوں گا ناں۔ آپ پلیز بیٹھ جائیں، میں آپ کو بعد میں ٹائم دیتا ہوں۔ میں Question Hour کے دوران point of order بالکل نہیں دوں گا۔ جی، راحیلہ خادم حسین!

محترمہ راحیلہ خادم حسین: میرا سوال نمبر 1207 ہے۔

چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں فنڈز کے استعمال کی تفصیلات

*1207: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کو غیر ملکی فنڈز بھی ملتے رہے ہیں، 2003 تا 2007 کی تفصیل سے سال وار آگاہ کریں؟

(ب) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو میں استعمال ہونے والے فنڈز کو کس کس شعبے میں استعمال کیا گیا اور کیا ان فنڈز کا آڈٹ بھی کروایا گیا ہے تو رپورٹ لف کریں؟

(ج) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو میں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے مزید جو اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں ان کی تفصیل سے بھی آگاہ کریں؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس بیورو میں غلط استعمال ہونے والے فنڈز پر کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کو مختلف مدوں میں مختلف ایجنسیوں سے فنڈز ملتے رہے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	ایجنسی کا نام	سال	رقم
1-	یونیسف	2004	222500/
2-	یونیسف	2005	7525600/
3-	یونیسف	2006	18039600
4-	یونیسف	2007	14115050/
5-	آئی ایل او	2005	280060/
6-	یو این او ڈی سی	2006	804000/
7-	یو این او ڈی سی	2007	2275083/

(ب) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو میں استعمال ہونے والے فنڈز کو جس جس مقصد کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ان فنڈز کا آڈٹ متعلقہ ڈونر ایجنسی ہی کرتی ہے۔

1۔ افتتاحی تقریب، چائلڈ پروٹیکشن ویلفیئر بیورو
2۔ بیورو کے قواعد و ضوابط کی تیاری
3۔ چائلڈ پروٹیکشن کمیٹیوں کا قیام
4۔ ہیلپ لائن کا قیام
5۔ Fixed Open Reception Centres اور موبائل سنٹرز کا قیام
6۔ کمیونٹی میٹنگز کا اجرا

7- اونٹ دوڑ میں استعمال ہونے والے بچوں کی تلاش، رہائش، خوراک، تعلیم اور بحالی کے لئے اقدامات
8- نوعمر خطاکاروں کے لئے قانونی امداد کی فراہمی
9- مختلف تربیتی ورکشاپس برائے بیورو سٹاف، ٹریفک اور موبائل پولیس سٹاف
10- بیورو کی سرگرمیوں کی آگاہی کے لئے سیمینار کا انعقاد
11- نشہ میں ملوث بچوں کا علاج معالجہ، خوراک، صحت، تعلیم اور بحالی کے لئے اقدامات

(ج) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو مستقبل میں سیالکوٹ، رحیم یار خان اور بہاولپور میں مکمل سرگرمیوں کا آغاز کرنا چاہتا ہے-اس کے علاوہ بھکاری بچوں کے خاندانوں کے لئے ان کی معاشی و معاشرتی حالت بہتر بنانے کے لئے منصوبہ ہے-مزید برآں ایسے ذہنی معذور بچے جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا ان کے لئے ادارے کا قیام بھی زیر غور ہے-

(د) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو میں فنڈز کا استعمال باقاعدہ طریق کار اور منظور شدہ قواعد و ضوابط کے مطابق ہو رہا ہے اور کسی قسم کی بھی بے ضابطگی نہیں ہے-

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میں نے اس سوال کے جز (ج) میں پوچھا تھا کہ Child Protection and Welfare Bureau میں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے مزید جو اقدامات کئے جا رہے ہیں ان کی تفصیل بتائی جائے اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ Bureau مکمل سرگرمیوں کا آغاز کرنا چاہتا ہے جبکہ میں نے یہ سوال 24- جولائی 2008 کو کیا تھا اور اس کی وصولی 10- ستمبر 2009 کو ہوئی، میری پہلی بات تو یہ ہے کہ اس پورے سال کے process میں کیا اقدامات کر لئے گئے ہیں اور میں دوسری ایک realistic بات کروں گی کہ لاہور کے ہر چوک میں چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھوں میں wiper اٹھائے گاڑیوں کے شیشے صاف کرتے نظر آتے ہیں۔ دوسری category میں چھوٹے چھوٹے بچے بھکاریوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ Child Protection Bureau کو بڑی خطیر رقم دی جاتی ہے تو جو فنڈ بچوں کے نام پر لیا جا رہا ہے، بتایا جائے کہ ان کے لئے کیا کیا جا رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان میں یونیسف، آئی ایل او اور یو این او ڈی سی ہیں اور اسی طرح باہر کی donor agencies نے 2007 تک اس ادارے کو مختلف amount funding کی ہے اور اس کے بعد ان کی funding ختم ہو گئی ہے لیکن Government of Punjab نے 2008-09 میں 16 کروڑ 29 لاکھ روپے اور اسی طرح سے 2009-10 میں بھی 38 کروڑ روپے

July to September کے لئے ان کو جاری کئے ہیں۔ بہر حال یہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں اور محترمہ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ اس ادارے کو اس وقت اپنی سرگرمیوں کا جو level required ہے اس سے یہ کافی کم ہے۔ گورنمنٹ اس بارے میں کوشش کر رہی ہے کہ ان کی funding کو بڑھا کر اس کی کارکردگی کو بڑھایا جائے کیونکہ اس میں improvement کی بہت زیادہ گنجائش ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! محکمے نے اس سوال کے جز (ب) کے جواب میں Child Protection Committees کے قیام کے بارے میں بتایا ہے۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ ان کمیٹیوں میں کن لوگوں کو شامل کیا گیا ہے ہمیں اس کی تفصیل چاہئے تاکہ پتا چلے کہ ڈائریکٹ یونیسف ان کو funding کرتا ہے اور آپ شمالی لاہور میں جا کر دیکھیں کہ وہاں بچے صمد بونڈ سونگھتے ہیں تو کیا کمیٹیاں ریسکیو کی طرح وہاں پہنچتی ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ کا سوال یہی ہے ناں کہ ان کمیٹیوں میں کون لوگ شامل ہیں؟ جی، وزیر قانون!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان لوگوں کے کوائف اور نام اس سوال میں نہیں پوچھے گئے تھے اس لئے میں اس کی علیحدہ تفصیل محکمے سے کہوں گا کہ محترمہ کو فراہم کر دے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو نے اپنی ایک ٹیم بنائی ہوئی ہے جو موقع پر جا کر بچوں کو اٹھا کر لاتی ہے۔ اس کے لئے مجھے بتایا جائے کہ کیا نمبر ہے؟ جس پر فون کال کرنے سے عملہ وہاں پر پہنچ جاتا ہے، براہ مہربانی! مجھے وہ نمبر بتایا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! یہ تو بالکل نیا سوال ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! کیا وزیر قانون کو نہیں پتا، اگر انھیں نہیں پتا تو پھر کس کو پتا ہوگا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! کیا آپ کے پاس کوئی information ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یقیناً ان کے دفاتر کے نمبر ہوں گے جن پر فون کر کے کوئی بھی عام شہری انھیں بلا سکتا ہے۔ میں وہ نمبر محکمے کے لوگوں سے ابھی لے کر محترمہ کو فراہم کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ ابھی آپ کو فراہم کر دیتے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جس طرح 1122 نمبر ہے اسی طریقے سے 1121 نمبر ہے۔ یہ 1121 نمبر کسی بھی شہری کے لئے ہے کہ وہ اس نمبر پر فون کر سکتا ہے، اگر وہ کسی بھی بچے کو wiper ہاتھ میں پکڑے دیکھے یا کوئی چیز پکڑے دیکھے یا بھیک مانگتے دیکھے تو وہ اس نمبر پر کال کرے اور عملے کو بتائے تو وہ عملہ وہاں پر پہنچتا ہے اور بچوں کو لے جاتا ہے اس لئے اس نمبر کے بارے میں عوام اور خاص طور پر ممبران کو علم ہونا چاہئے تاکہ جب وہ سوال بھیجتے ہیں یا ضمنی سوال کرتے ہیں تو انھیں پورا علم ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بالکل ٹھیک بات ہے۔ 1121 کے بارے میں awareness پھیلانی چاہئے تاکہ لوگوں کو پتا ہو کہ اس نمبر پر کال کر کے بچوں کی مدد کی جا سکتی ہے۔ اگلا سوال محترمہ ناظمہ جواد ہاشمی صاحبہ کا ہے۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں اس لئے یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے اس سوال کے بعد بھی محترمہ ناظمہ جواد ہاشمی صاحبہ کا سوال ہے۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں اس لئے یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میاں نصیر احمد کا سوال ہے۔ جی، میاں نصیر احمد صاحب!

میاں نصیر احمد: میرا سوال 1617 ہے۔

لاہور شہر میں ڈانس کلبوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1617: میاں نصیر احمد: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور میں ڈانس کلب موجود ہیں، اگر ہاں تو یہ ڈانس کلب کہاں کہاں واقع ہیں، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور میں چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں ڈانس پارٹیاں منعقد کی جاتی ہیں۔ اگر ہاں تو کن کن ہوٹلوں میں ڈانس پارٹیاں منعقد کی جاتی ہیں، مکمل تفصیل ایوان میں پیش کی جائے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ڈانس کلبوں اور ہوٹلوں کو ڈانس کرانے کی قانونی اجازت ہے اگر ہاں تو وضاحت فرمائی جائے اگر نہیں تو غیر قانونی طور چلنے والے ڈانس کلبوں اور جن ہوٹلوں میں ڈانس پارٹیاں منعقد کی جاتی ہیں ان کے خلاف کیا قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ مکمل وضاحت سے ایوان میں جواب دیا جائے۔

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) ضلع لاہور میں کسی بھی جگہ کوئی ڈانس کلب موجود نہ ہے۔

(ب) لاہور کے کسی بھی ہوٹل میں ڈانس پارٹیاں منعقد نہ ہوتی ہیں۔

(ج) لاہور شہر میں کوئی ڈانس کلب موجود نہ ہے اور نہ کسی ہوٹل میں ڈانس پارٹیاں منعقد ہوتی ہیں ہاں اگر کوئی ایسی بات نوٹس میں آئی تو مطابق ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (ج) میں بتایا گیا ہے کہ لاہور شہر میں کوئی ڈانس کلب موجود ہے اور نہ ہی کسی ہوٹل میں اس طرح کی پارٹیاں ہوتی ہیں یا ڈانس کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی بات ہوتی ہے تو ضابطے کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ لاہور کے اندر اگر مال روڈ کے کسی فائیو سٹار ہوٹل کے اندر بخارا ہال میں اس طرح کا ڈانس ہو تو اسے تفریحی سرگرمی کہا جاتا ہے، کسی بڑے کلب میں ہو تو اس کو ثقافتی شو کہا جاتا ہے اور یہی سرگرمی اگر کسی عام علاقے میں ہو تو اس پر چھاپہ مارا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ غیر اخلاقی حرکات کرتے ہوئے چند افراد پکڑے گئے۔ میں یہاں وزیر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ضابطہ elite class کے لئے اور عام لوگوں کے لئے مختلف ہے یا سب کے لئے برابر ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! عام علاقہ آپ کے حلقے سے باہر کا ہے یا آپ کے حلقے کا ہے؟

میاں نصیر احمد: یہ ہر حلقے میں موجود ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک انھوں نے ایک ہال کی specific بات کی ہے تو واقعی مال روڈ پر ایک ہوٹل کا ہال ہے۔ ہم تو وہاں اکثر جاتے ہیں لیکن اس طرف تو کبھی نہیں گئے۔ میرا خیال ہے کہ میاں صاحب اس طرف جاتے ہیں تو وہاں پر دیکھ کر ہی بتایا جا سکتا ہے کہ وہاں کوئی غیر اخلاقی قسم کا ڈانس ہوتا ہے یا وہ ثقافت کے ان زاویوں کے اندر ہوتا ہے جن کا تعین لاہور ہائیکورٹ نے کیا ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ ڈانس پر پابندی لگی تھی تو اس کے بعد فنکار یہ معاملہ لے کر ہائیکورٹ میں گئے۔ لاہور ہائیکورٹ نے اس کیس کو پوری طرح سنا، اس پر لمبی چوڑی بحث ہوئی اور اس کے بعد انھوں نے اس بات کو declare کیا کہ within limits یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ اسے عریانی کہیں یا out of culture کہیں بلکہ اس فیصلے میں یہ بھی کہا گیا کہ یہ ہماری روایت ہے اور ہمارے گھروں میں بھی

جب کوئی خوشی یا شادی بیاہ کا موقع ہوتا ہے تو اس میں بھی یہ ہماری رسومات کا حصہ ہے اس لئے اگر ان limits کے اندر کسی جگہ پر ڈانس ہو رہا ہے خواہ وہ مال روڈ پر قائم کسی ہوٹل میں ہو رہا ہے یا جن علاقوں کی انھوں نے بات کی ہے اگر ان limits میں ہو رہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی جرم نہیں ہے جو limits ہائیکورٹ نے مقرر کی ہیں۔ اگر اس سے باہر کچھ ہو رہا ہے تو وہ کہیں بھی ہو رہا ہے تو وہ ایک جرم ہے اس کے خلاف قانونی کارروائی ہو گی۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اگر منسٹر صاحب فرماتے ہیں تو میں اپنے خرچے پر انھیں لے چلتا ہوں اور دیکھ لیتے ہیں کہ اخلاقی ہیں یا غیر اخلاقی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ کمیٹی بنا دیتے ہیں جسے آپ اپنے خرچے پر لے جائیں اور کمیٹی فیصلہ کر کے ہاؤس کو بتائے۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے۔ اگر ہم اسے ہنسی کھیل میں ڈالیں گے تو ہم اپنی نسلوں کے ساتھ بہت بڑا ظلم کریں گے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ وزیر قانون نے جو ثقافتی زاویوں یا اخلاقی زاویوں کی بات کی ہے تو میں ان سے سوال کرتی ہوں کہ گھر گھر کیبل پر جو ڈانس دکھائے جا رہے ہیں کیا وہ ثقافتی زمرے میں آتے ہیں؟ یہ اپنی زبان سے اس چیز کو بتائیں۔ اگر وہ آتے ہیں تو انھیں چلنا چاہئے اگر نہیں آتے تو ان کو بند ہو جانا چاہئے۔ براہ مہربانی! اس چیز کو سنجیدگی سے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بہت اہم بات ہے۔ کیبل واقعی گھروں میں طوفان لے کر آئی ہوئی ہے۔

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ واقعی بہت اہم بات ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم بات ہے کہ ٹی وی کے ساتھ ایک remote control بھی ملتا ہے جس سے آپ جو چینل دیکھنا چاہتے ہیں وہ دیکھیں جو نہیں دیکھنا چاہتے وہ نہ دیکھیں۔ آپ اس میں اپنے کیبل آپریٹر پر تو کنٹرول کر سکتے ہیں لیکن بعض چینل ایسے ہیں کہ ان کے heavy equipments ہیں کہ وہ بغیر کسی کیبل کے بھی اگر کسی نے dish لگوائی ہوئی ہے تو وہاں بھی یہ چیزیں آ جاتی ہیں۔ بہر حال اس کا ایک ضابطہ P.E.M.R.A نے بنایا ہوا ہے۔ اگر اس ضابطے کی کسی جگہ پر خلاف ورزی ہو رہی ہے تو محترمہ یا کوئی بھی ہو وہ P.E.M.R.A کو شکایت کر سکتا ہے تو اس کیبل آپریٹر کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ remote control میرے ہاتھ میں ہے لیکن وہ میرے ہاتھ میں ہے۔ جب میں گھر سے باہر ہوں تو میرے بچوں کے پاس بھی remote control ہے اور بچے اتنی عقل نہیں رکھتے یا نوجوان اتنی عقل نہیں رکھتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! بات یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے کہا ہے کہ جہاں پر بھی آپ دیکھیں کہ قانون کے خلاف کوئی حرکت ہو رہی ہے تو آپ باقاعدہ P.E.M.R.A کو شکایت کریں۔ یہ تو legislators کا کام ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ آپ نے بڑا relevant question کیا ہے اور معاشرے کی ایک برائی کی نشاندہی کی ہے۔ وہ برائی چاہے کیبل پر ہے یا ہوٹلوں کے اندر ہے یا عام جگہوں پر ہے۔ اس کی نشاندہی کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کی بیخ کنی کے لئے بھی ہمیں کام کرنا ہوگا۔ اس کے لئے law already موجود ہے۔ ہمیں اس law کو follow کرنا چاہئے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! سوال کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز ہال میں تمام ممبران کے علم میں آجائے اور اگر اسے یہیں سے کنٹرول کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ سب کا مشترکہ مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے یہ نہیں کہا کہ اس پر بالکل قانونی کارروائی نہیں ہونی چاہئے۔ ہر علاقے کا کیبل آپریٹر مخصوص ہے اگر آپ کے علاقے میں یا کسی بھی علاقے میں ایسا ہو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات on air بھی اور پرنٹ میڈیا میں بھی جانی چاہئے کہ اگر کوئی کیبل آپریٹر اس قسم کی کسی حرکت میں ملوث پایا جاتا ہے تو اس کی شکایت آپ باقاعدہ طور پر تھانے میں بھی کر سکتے ہیں اور P.E.M.R.A کے نمبروں پر بھی کال کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر کسی گھر میں بچے کنٹرول میں نہیں ہیں تو جب آدمی گھر سے آئے تو remote control ساتھ لے آئے یا کیبل کا کنکشن نہ لے کیونکہ پی ٹی وی تو بغیر کیبل کے ہر جگہ پر آتا ہے تو بچے اسے دیکھ کر گزارا کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! وزیر قانون کو چاہئے کہ وہ کراون تھیٹر میں جاکر یہ باتیں کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اگلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد: سوال نمبر 1618

موضع سنگت پورہ لاہور میں محکمہ کی اراضی کی تفصیلات

*1618: میاں نصیر احمد: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع سنگت پورہ لاہور میں صوبائی محکمہ داخلہ کی اراضی موجود ہے اگر ہاں تو اراضی کے متعلق مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ داخلہ، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی سے مذکورہ اراضی کے حوالے سے کوئی معاہدہ یا ڈیل کر رہا ہے اور اس معاہدے کو چھپانے کی کوشش بھی کی جارہی ہے اگر ہاں تو اس کے بارے میں تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ داخلہ کے افسران ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کو کوڑیوں کے بھاؤ محکمے کی اراضی فروخت کر کے کروڑوں / اربوں کا نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، اگر ہاں تو اس نقصان سے بچنے کا کیا طریق کار اختیار کیا جائے گا، مکمل وضاحت فرمائی جائے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) درست ہے کہ محکمہ داخلہ پنجاب کی 406 کنال 3 مرلہ اراضی موجود ہے جو موضع سنگت پورہ تحصیل لاہور کینٹ کے کھیوٹ نمبر 58 کھتونی نمبر ہائے 122 تا 128 پر مشتمل ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ محکمہ داخلہ نے ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی سے مذکورہ اراضی کے حوالے سے کوئی ڈیل کی ہے اور نہ ہی ایسا کرنے کا کوئی ارادہ رکھتا ہے۔ محکمہ داخلہ اراضی متذکرہ پر اہم ترقیاتی منصوبہ جات مستقبل قریب میں شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تاہم اس ضمن میں واضح کیا جاتا ہے کہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی لاہور نے محکمہ داخلہ اور بورڈ آف ریونیو پنجاب کی طرف سے شروع کی گئی ڈیمارکیشن اراضی متذکرہ کی کارروائی پر اعتراض کرتے ہوئے معاملہ کو دیوانی عدالت لاہور میں چیلنج کر دیا ہے اور سول عدالت میں اگلی پیشی 28-اکتوبر 2009 ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محکمہ داخلہ بھرپور طریقے سے سول عدالت میں کیس کی پیروی کر رہا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (ب) میں کہا گیا ہے کہ "متعلقہ جگہ پر محکمہ داخلہ نے اہم ترقیاتی منصوبہ جات مستقبل قریب میں شروع کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔" میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کس قسم کے اہم منصوبہ جات ہیں جو اس متعلقہ جگہ پر بنانے کا پروگرام ہے؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ کے علم میں ہے کہ بعض office ایسے ہیں جو کافی congested areas میں ہیں تو ان کا باہر منتقل ہونا ضروری ہے اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا۔ یہ معاملہ under consideration ہے جب کوئی چیز final ہو گی تو اسے public کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ معاملہ ویسے بھی کورٹ میں pending ہے۔ جب تک فیصلہ نہیں ہوتا تو اس پر حکومت کیسے کہہ سکتی ہے کہ ہم اس پر کچھ کرنے لگے ہیں۔ جی، محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں معزز وزیر قانون سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ مستقبل قریب کا لفظ انھوں نے استعمال کیا ہے تو یہ مستقبل قریب ایک سال ہے، دو سال ہے یا چار سال ہے یہ اس کی وضاحت فرمادیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سلسلے میں سول کورٹ میں کیس چل رہا ہے۔ وہ کیس ختم ہو گا تو اس کے بعد ہی حکومت کچھ کر سکتی ہے، pending کیسوں کے بارے میں تو نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ کیس کب ختم ہو گا؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ابھی کوئی منصوبہ final نہیں ہے۔ یہ چیزیں زیر غور ہیں اور جب کورٹ کا فیصلہ ہو گا تو اس کے مطابق ہی فیصلہ کیا جائے گا۔ یہاں مستقبل قریب سے مراد سال دو سال کی بات نہیں بلکہ بہت قریب ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا سوال محترمہ راحیلہ خادم حسین صاحبہ کا ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1734 ہے۔

لاہور شہر میں ہیوی وہیکل کے داخل ہونے کی شرائط

*1734: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور شہر میں داخل ہونے والی ہیوی وہیکل کے لئے کن کن شرائط کا ہونا لازمی ہے؟

(ب) لاہور شہر میں داخل ہونے والی ہیوی وہیکل کو شرائط پر پورا نہ اترنے کی صورت میں کس رولز کے تحت جرمانہ عائد کیا جاتا ہے؟

(ج) لاہور شہر میں داخل ہونے والی وہیکل کے لئے کن کن اوقات کار کو مقرر کیا گیا ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) لاہور شہر میں داخل ہونے والی ہیوی وہیکلز کے لئے ایکسل کے مطابق لوڈ ہونا، سامان باڈی کے اندر ہونا ملبہ کی صورت میں ڈھکا ہوا ہونا اور روٹ پرمٹ کی موجودگی لازمی ہے۔

(ب) لاہور شہر میں داخل ہونے والی ہیوی وہیکل کو شرائط پر پورا نہ اترنے کی صورت میں موٹر وہیکل آرڈیننس 1965 کے 12 شیڈول میں درج خلاف ورزیوں پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔

(ج) لاہور شہر میں داخل ہونے والی ہیوی وہیکلز کے لئے رات 11 بجے تا صبح 6 بجے کے اوقات کار مقرر کئے گئے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! شہر کے اندر گھروں میں کوئی کام ہو رہا ہو مثلاً اینٹیں، پتھر یا ریت وغیرہ لانی ہے تو اُس وقت heavy vehicles کو شہروں کے اندر آنے کی اجازت ہوتی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اِن کے اوقات کیا ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وہ لکھے ہوئے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اکثر دن کے وقت بھی دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ travel کر رہے ہوتے ہیں تو اُس کے لئے کیا ان کو کوئی اجازت دی جاتی ہے یا بغیر کسی وجہ کے شہر میں داخل ہو جاتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ ضمنی سوال نہیں بنتا لیکن already ان کے اوقات کار لکھے ہوئے ہیں اور آج کل جس طرح کے حالات ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی vehicle کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اِن کی وجہ سے بہت سارے حادثات بھی رونما ہوتے ہیں۔ جس بے ہنگم طریقے سے جب یہ لوگ ٹریکٹر ٹرالیاں چلاتے ہیں تو اُس وقت یہ ٹریفک کو کچلنے کا باعث بھی بنتے ہیں اور یہ لوگ rules and regulations کی کوئی پابندی نہیں کرتے لہذا ان پر check ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! جن گاڑیوں کو رات کے وقت آنے کی اجازت ہے تو کیا وہ صبح کے وقت بھی شہر میں enter ہوتی ہیں؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان کا وقت رات 11 بجے سے صبح 6 بجے تک ہے لیکن بعض اوقات ایمر جنسی کی صورت میں یعنی کسی معاملے میں اگر کوئی public interest ہو تو پھر وہ competent authority کی اجازت سے آتے ہیں لیکن وہ بھی شاذ و نادر ہی آتے ہیں ورنہ ایسی کوئی اجازت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

محترمہ سیمل کامران: ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! پہلے تو میں لاء منسٹر صاحب کے علم میں یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ most of the time جو نئی ہاؤسنگ سوسائٹیاں بن رہی ہیں وہاں پر سیمنٹ کی transportation کے لئے وہ لوگ دن میں کسی بھی وقت جاتے ہیں اور میرا انہیں خیال کہ وہ کسی اجازت کے ساتھ جاتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہوا ہے کہ 1965 کے 12 شیڈول میں درج خلاف ورزیوں پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے تو kindly اس جرمانے کی amount بتادیں۔ شکریہ

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس حوالے سے ہم نے کل ہی for relaxation ایک بل پیش کیا ہے تو اُس میں LHV کا جرمانہ 200 روپے تک ہے اور heavy traffic کے لئے 400 روپے تک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جرمانہ بتادیا ہے۔ اب اگلا سوال محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: .On her behalf سوال نمبر 1813 اور 1814 (معزز رکن نے محترمہ ثمینہ خاور حیات کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

محترمہ سیمل کامران: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

قصور میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کی تفصیلات

*1813۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔
چائلڈ پروٹیکشن بیورو قصور نے 2003 تا 2007 عوامی فلاح و بہبود کے لئے جو جو اقدامات اٹھائے ان کی مرحلہ وار تفصیل سے آگاہ کریں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):
چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا قصور میں کوئی دفتر نہ ہے۔

قصور میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں بھرتیوں کی تفصیلات

*1814۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) 2003تا2007تک قصور میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کتنی بھرتیاں ہوئیں؟
(ب) 2003تا2007میں جتنی بھرتیاں ہوئی کیا وہ میرٹ پر ہوئیں، میرٹ پالیسی کیا تھی؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):
(الف) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا قصور میں کوئی دفتر ہے نہ کوئی بھرتی کی گئی ہے۔
(ب) ایضاً۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال یہ کرنا چاہتی ہوں کہ اس سوال کی تاریخ وصولی 20۔ ستمبر 2008 تھی اور یہ محکمے کو 7۔ نومبر 2008 کو بھیجا گیا۔ یہ ایک ہی لائن کا سوال ہے اور اس کا جواب بھی ایک ہی لائن کا ہے۔ آپ دیکھیں کہ 14۔ فروری 2009 کو تین مہینے چار دن کے بعد محکمے نے اس کا جواب دیا ہے۔ rulesکی کتاب میرے پاس ہے اور آپ کو بھی ماشاء اللہ بڑا تجربہ ہے تو rule 54 ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اگر محکمے کا جواب delay ہے تو Honourable minister opposed to tell her کہ اس کی reason کیا تھی؟ کل کے وقفہ سوالات کے اندر بھی میں یہ دیکھ رہی تھی کہ 9,9 اور 15,15 مہینوں کے بعد سوالات کے جوابات آرہے ہیں۔ اگر ایک ایک لائن کے سوال کا جواب تین تین چار چار مہینوں میں دیا جائے گا تو ڈیڑھ صفحے کے سوال کا جواب تو شاید چار یا پانچ سال میں آئے گا۔ لہذا اس پر بھی کوئی ruling فرما دیجئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آج تین چار سوالوں کے جواب آئے ہی نہیں ہیں تو اُس پر میں کیا ruling دوں گا؟ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! دو سوال محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ نے کئے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ "چائلڈ پروٹیکشن بیورو قصور نے 2003 تا 2007 عوامی فلاح و بہبود کے لئے جو اقدامات اٹھائے ہیں ان کی مرحلہ وار تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔" دوسرا انہوں نے پوچھا ہے کہ "2003 تا 2007 تک قصور میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں کتنی بھرتیاں کی گئیں؟" بعد میں پتا یہ چلا کہ قصور میں تو چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا کوئی دفتر ہی نہیں ہے، اس کا پھر ایک ہی لائن میں جواب آنا تھا اور لمبا جواب کس بات پر دیتے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس کا اب پتا نہیں چلا بلکہ یہ تو پہلے سے ہی پتا تھا کہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا کوئی بھی دفتر قصور میں کام نہیں کر رہا۔ صرف ایک لائن میں یہ پتا کرنے کے لئے کہ ایک ادارہ جس کے دفتر چار جگہ پر ہیں تو پانچویں جگہ کا اگر کسی نے پوچھا ہے کہ وہ ہے یا نہیں ہے تو تین مہینے کی تاخیر سے جواب کیوں دیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میری بات سنیں۔ اگر اسمبلی کا اجلاس آ گیا ہوتا اور اس میں لکھا ہوتا کہ جواب موصول نہ ہوا ہے۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ بنیادی طور پر معزز ممبران authentic سوال کیا کریں۔ اب ایک محکمے کا دفتر ہی نہیں ہے تو اسمبلی اور محکمے سے پوچھا جا رہا ہے کہ وہاں پر کیا کیا کچھ ہو رہا ہے؟ اب اس حوالے سے ممبر سے بھی پوچھا جانا چاہئے کہ جب ایک دفتر وہاں پر ہے ہی نہیں تو اُس کے بارے میں آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ وہ اس وقت یہاں پر موجود نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج تین چار اسی طرح کے اور بھی سوال ہیں تو آج ان پر اکٹھے ہی بات کرتے ہیں۔ اگلا سوال سید حسن مرتضیٰ صاحب کا ہے۔ موجود نہیں ہیں۔

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: On his behalf سوال نمبر 1820۔ (معزز رکن جناب سید مرتضیٰ کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 1820 دریافت کیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

پی پی-128، تھانہ قلعہ کالر میں درج مقدمات سے متعلقہ تفصیلات

*1820- سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حلقہ پی پی-128 کے تھانہ قلعہ کالر میں گزشتہ دو سالوں سے کتنے ڈکیتی/راہزنی/اغواء برائے تاوان کے مقدمات درج ہوئے اور کتنے ملزم گرفتار ہوئے، تفصیل سے معزز ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا تھانہ کا ایس ایچ او علاقہ کے اشتہاری ملزمان کے ساتھ ملا ہوا ہے اوران سے ماہانہ بھتہ لیتا ہے جس کی وجہ سے اس ایس ایچ او کے زیر سایہ اشتہاری ملزم علاقے میں دندناتے پھرتے ہیں اور آئے روز دن دہاڑے علاقے میں موٹر سائیکل چھیننے اور ڈکیتیاں معمول بن گئی ہیں؟

(ج) کیا حکومت اس ایس ایچ او کے خلاف تحقیق کرنے اور اس کا تبادلہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو وجوہات بتائی جائیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) تھانہ قلعہ کالروالہ میں سال 2007، 2008 کے دوران ڈکیتی، راہزنی اور اغواء برائے تاوان کے درج شدہ مقدمات کی تفصیل ذیل ہے:-

نمبر شمار	ڈکیتی	رہزنی	A-365 ت پ	ملوث ملزمان	گرفتار	بقایا	چالان	زیر تفتیش	عدم پتہ	اخراج
سال 2007	1	9	3	22	22	-	8	1	-	-
سال 2008	-	7	-	12	12	6	3	-	-	-

تفصیل کرائم جو کہ موجودہ ایس ایچ او کی تعیناتی مورخہ 08-4-27 سے لے کر آج تک ہے۔

ڈکیتی	رہزنی	اغواء برائے تاوان	موٹر سائیکل چھیننا
Nil	4	Nil	2

SHO کی تعیناتی کے عرصہ کے دوران چار مقدمات راہزنی درج رجسٹر ہوئے ہیں دو مقدمات میں ملزمان نے موٹر سائیکل اور نقدی چھینی ہے۔ دونوں مقدمات میں مقامی پولیس تھانہ قلعہ کالروالہ نے ملزمان کو گرفتار کرکے دونوں مسروقہ موٹر سائیکل برآمد کر لئے ہیں اور ملزمان کے گنہگار ثابت ہونے پر ان کے خلاف چالان عدالت علاقہ مجسٹریٹ میں

پیش کر دیئے ہیں جو کہ زیر سماعت ہیں جبکہ بقایا دو مقدمات کے واقعات بے بنیاد پائے گئے جن میں رپورٹ ہائے اخراج مرتب ہو چکی ہیں جو کہ مطابق قواعد علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں برائے مزید قانونی کارروائی پیش کی جا رہی ہیں جبکہ راہزنی اور اغواء برائے تاوان کی کوئی واردات SHO مذکورہ کی تعیناتی کے دوران حدود تھانہ قلعہ کالر والہ میں نہ ہوئیں ہیں۔

(ب) مطابق ریکارڈ SHO تھانہ قلعہ کالر والہ نے اپنی تعیناتی کے عرصہ میں کل 51 مجرمان اشتہاری کو گرفتار کیا جن میں کیٹیگری اے کے 14 اور بی کے 10 جبکہ عدالتی مفروران میں سے کیٹیگری اے کے 3 اور بی کے 24 مفروران کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسلحہ ایکٹ کے تحت کارروائی کرتے ہوئے 33 مقدمات بابت ناجائز آتشیں اسلحہ درج کئے ہیں۔ اسی طرح SHO مذکورہ کی تعیناتی کے دوران منشیات کے 39 مقدمات درج کئے گئے ہیں۔ موٹر سائیکل چھیننے کی دو وارداتیں تھانہ قلعہ کالر والہ کی حدود میں ہوئی ہیں۔ دونوں مقدمات میں موٹر سائیکل اور نقدی ملزمان سے برآمد کر کے ان کو حوالات جوڈیشل بجھوایا گیا ہے۔

(ج) عبدالرحمان SHO/SI تھانہ قلعہ کالر والہ بطور SHO مورخہ 08-4-27 سے تعینات ہے۔ تھانہ قلعہ کالر والہ چار اضلاع گوجرانوالہ، نارووال، شیخوپورہ اور سیالکوٹ کے سنگم میں واقع ہے جو کرائم بیلٹ ہے۔ تھانہ قلعہ کالر والہ چار اضلاع دو یونین کونسل ہائے پر مشتمل ہے جس میں ہر یونین کونسل میں preventive network کے تحت تین کانسٹیبلان اور ایک ایپر سبارڈینیٹ ہمہ وقت مسلح یونین کونسل کی حدود میں جرائم کی روک تھام کے لئے گشت پر موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح تھانہ قلعہ کالر والہ میں دو پولیس موبائلز نمبری STT/648 اور STS/9924 پر بھی مسلح پولیس ملازمین حدود تھانہ میں گشت پر موجود ہوتے ہیں مذکورہ بالا اقدامات کی وجہ سے تھانہ کی حدود میں مقامی پولیس کا جرائم پر کنٹرول ہے۔ تاہم SHO مذکورہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے ایڈیشنل SP سیالکوٹ کو مامور کیا گیا ہے تاکہ وہ 7 یوم کے اندر اندر تفصیلاً چھان بین کر کے SHO کی کارکردگی بارے رپورٹ پیش کرے۔ مذکورہ SHO کی کارکردگی اگر معیار سے کم تر پائی گئی تو ایسی صورت میں بلا توقف اس کے خلاف محکمانہ تادیبی کارروائی عمل میں لاتے ہوئے اسے فوری طور پر تبدیل کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! جواب کے جز(الف) میں بتایا گیا ہے کہ "سال 2007 کے دوران جو وارداتیں ہوئیں ان میں 22 ملزمان ملوث تھے اور 22 ہی گرفتار ہوئے۔ سال 2008 میں 12 ملزمان ملوث تھے، 12 گرفتار ہوئے اور 6 بقایا ہیں۔" وضاحت کی جائے کہ یہ 6 ملزمان کون ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! جیسے یہ کہہ رہے ہیں کہ 12 ملزمان ملوث تھے اور 12 ہی گرفتار ہوئے ہیں تو پھر بقایا 6 کیسے رہ گئے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ مقدمے میں نامزد ملزمان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے لیکن بعد میں ان کو بے گناہ کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ ملزمان کی تعداد کم ہے لیکن بعد میں during the investigation پتا چلتا ہے کہ فلاں فلاں لوگ بھی ملوث تھے۔ اگر وہ لوگ investigation join نہیں کرتے تو پھر اُن کی گرفتاری کو pending رکھا جاتا ہے۔ اگر یہ اس کی تفصیل چاہیں گے تو وہ بھی میں ان کو لے کر دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل ٹھیک بات ہے کیونکہ investigation کے اندر آ جاتے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جس طریقے سے ڈکیتیاں، راہزنی اور اغواء کے مجرم پکڑے جاتے ہیں، پھر اُن سے مسروقہ سامان برآمد ہو جاتا ہے یا نہیں ہوتا تو ان دونوں صورتوں میں جس شہری کی چوری یا ڈکیتی ہوتی ہے تو اُس کے سامان کی واپسی کا کیا طریق کار ہے کیونکہ میرے علم میں ایسے کئی کیس ہیں اور اِس وقت میرا اپنا ذاتی کیس بھی ہے کہ مجرموں کا گینگ پکڑا گیا ہے، انہوں نے اپنی تمام وارداتوں کا اعتراف کیا ہے اور ان مجرموں کو پہچانا بھی جا چکا ہے لیکن ابھی تک رقم کی واپسی یا جیولری کی واپسی کا کوئی بندوبست نہیں ہوا۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں قانون کیا کہتا ہے کیونکہ ان کو کچھ بھی نہیں دیا جا رہا اور معاملے کو صرف لٹکایا جا رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے جز(ب) پڑھیں تو ان دونوں مقدمات میں موٹر سائیکل اور نقدی ملزمان سے برآمد کر کے حوالات جوڈیشل بھجوایا گیا ہے۔ لاء منسٹر صاحب! ملزمان سے برآمدگی تو ہو گئی ہے لیکن اب وہ برآمدگی جن کی تھی وہ آگے اُن تک پہنچی ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! برآمدگی کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ پولیس جو چیز برآمد کرتی ہے وہ اسے فائل میں اندراج کر لیتی ہے کہ فلاں ملزم سے فلاں فلاں چیزیں برآمد ہوئی ہیں۔ اس کے بعد سپرد داری عدالت کا function ہے۔ عدالت میں اُس آدمی نے یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ فلاں ملزم سے موٹر سائیکل، کار یا جو زیور برآمد ہوا ہے وہ میرا ہے۔ عدالت اگر مطمئن ہو گی تو وہ order کرے گی اور پھر اُس سپرد داری پر متعلقہ بندے کو سامان ملے گا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جیولری کی جتنی بھی وارداتیں ہوتی ہیں وہ چور اسے فوری طور پر جیولرز کو sale کر دیتے ہیں اور جیولرز اسے چند گھنٹوں کے اندر melt کر دیتے ہیں۔ کیا وہ جیولرز اس میں برابر کے شریک نہیں ہیں اور کیا ان کو سارا جرمانہ نہیں بھرنا چاہئے جو melt شدہ gold اُن کے پاس چلا گیا ہے؟ اب چوری تو پکڑی گئی ہے لیکن متعلقہ بندے کو اگر واپس نہیں دی جا رہی تو پھر اُس کی ساری exercise بیکار جاتی ہے۔ بتایا جائے کہ جیولرز کس قانون کے زمرے میں آتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں بتاتا ہوں کہ normally تفتیش کے اندر procedure یہ ہوتا ہے کہ جس نے جیولری خریدی ہوتی ہے وہ بھی جرم کی معاونت میں پکڑا جاتا ہے اور investigation کے اندر بھی جو بندہ اُس کی معاونت میں آتا ہے وہ بھی پکڑا جاتا ہے اور اُس سے recovery ہوتی ہے۔ بہت شکریہ

محترمہ آمنہ الفت: لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔ میں پرچہ کے حوالے سے آپ کو بتا دیتی ہوں کہ ایک کیس فاخرہ بی بی کے حوالے سے میں نے درج رجسٹرڈ کروایا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ اس سوال کا حصہ نہیں بنے گا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اس سوال کے حوالے سے میرا ایک ضمنی سوال ہے کہ جواب کے جز (ج) میں کہا گیا ہے کہ "تاہم ایس ایچ او مذکورہ کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے ایڈیشنل ایس پی سیالکوٹ کو مامور کیا گیا ہے کہ وہ اندر سات یوم تفصیلاً چھان بین کر کے ایس ایچ او کی کارکردگی کے بارے میں رپورٹ پیش کرے۔" اس کا جواب 20۔فروری 2009 کو آنا تھا، کیا وزیر موصوف بتا سکتے ہیں کہ سات دن پورے ہونے کے بعد کیا رپورٹ پیش ہوئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں! یہ بالکل valid سوال ہے۔ سات دن کے اندر جو رپورٹ آنی تھی اس کے بارے میں بتائیں۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کی کارکردگی سے متعلق تفصیل علیحدہ سے میرے پاس موجود ہے کہ اس کی تعیناتی کا جو عرصہ ہے اس کا کچھ حصہ جز (ب) میں درج بھی ہے کہ بمطابق ریکارڈ ایس ایچ او تھانہ قلعہ کالروالا نے اپنی تعیناتی کے عرصہ میں کل 51 مجرمان اشتہاری کو گرفتار کیا جن میں کیٹیگری A کے 14 اور کیٹیگری B کے دس جبکہ عدالتی مفروران میں کیٹیگری A کے 3 اور کیٹیگری B کے 24 شامل ہیں۔ اس کی کارکردگی satisfactory پائی گئی تھی لیکن بعد میں پھر بھی اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ محترم حسن مرتضیٰ صاحب کے کچھ الزامات تھے اور وہ اس کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھے اس لئے اس کو وہاں سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: سوال نمبر 1955 ہے اور اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

چائلڈ پروٹیکشن بیورو کی 2008 کی تفصیلات

*1955: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2008 میں کتنے بچے چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں داخل ہوئے، ان کے نام، پتا کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) لاہور میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے مراکز کہاں کہاں ہیں ان کے پتا جات کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) چائلڈ پروٹیکشن میں کل سٹاف کی تعداد بیان فرمائیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) سال 2008 (یکم جنوری سے اکتیس اکتوبر) میں کل 3807 بچے چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں داخل ہوئے، ان کے نام، پتا کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) لاہور میں چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کے دو مراکز کام کر رہے ہیں جن میں لڑکوں کے لئے انگوری باغ سکیم، شالامار لنک روڈ پر اور اس کے علاوہ لڑکیوں کے لئے چائلڈ پروٹیکشن انسٹی ٹیوشن 5۔ منٹگمری روڈ پر کام کر رہا ہے۔

(ج) چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کے مختلف سنٹرز میں جن میں لاہور، ملتان، فیصل آباد، راولپنڈی اور گوجرانوالہ شامل ہیں میں کل 365 عملہ کام کر رہا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ج) میں بتایا گیا ہے کہ ''کل عملہ 365 کام کر رہا ہے۔'' میرا سوال یہ ہے کہ اس کے مختلف پراجیکٹ ہیں جس میں U.N.O.D.C ایک پراجیکٹ ہے اس کے تحت کتنا سٹاف رکھا گیا اور جب یہ عملہ رکھا گیا تھا تو باقاعدہ طریق کار کے مطابق اسامیاں اخبار میں مشتہر کر کے اور ان کا انٹرویو کر کے رکھا گیا تھا یا ویسے ہی ان کو رکھ لیا گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! چائلڈ پروٹیکشن بیورو 2004 میں قائم ہوا۔ اس کی پہلی بھرتی 2005 میں ہوئی جس میں 56 لوگوں کو رکھا گیا، 2006 میں 80 افراد کو بھرتی کیا گیا، 2007 میں 151 افراد کو ملازمت دی گئی اور 2008 میں 62 افراد کو بھرتی کیا گیا، 2009 میں تاحال کوئی بھرتی نہ ہوئی۔ 2008 میں ہونے والی بھرتی جو کہ ہماری حکومت میں ہوئی ہے اس کے متعلق میں سو فیصد یقین دہانی سے کہہ سکتا ہوں کہ بالکل میرٹ پر ہوئی ہے اور اس سے پہلے میرٹ کا جو حال ہوتا رہا ہے میرے خیال میں اس وقت بھی اسی حساب سے اس کی بھرتی ہوئی ہوگی، جو پہلے افراد ہیں ان کے متعلق میں کچھ ensure نہیں کر سکتا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ پوچھوں گی کہ اس سے پہلے جو بھرتیاں ہوئی ہیں وہ غیر قانونی طور پر ہوئی ہیں۔ اس میں U.N.O.D.C ایک پروگرام ہے جس کے تحت تیس افراد کو رکھا گیا۔ جن کے پاس ابھی تک appointment letters نہیں ہیں اور وہ تقریباً پانچ سال سے بغیر کسی appointment letter کے تنخواہیں بھی لے رہے ہیں میرا سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ حکومت اس کے خلاف کوئی اقدامات اور کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے جو specific معاملہ اٹھایا ہے یہ اس سوال میں پہلے تو نہیں تھا۔ میں نے یہ نوٹ کر لیا ہے اور اس پر انکوائری کروا کر انشاء اللہ تعالیٰ ان کو inform کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اگلا سوال سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ان کے behalf پر بھی کوئی نہیں ہے لہذا اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 1992 ہے اور اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع سرگودھا میں چوری، ڈکیتی وراہزنی کے مقدمات کی تفصیلات

*1992: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سرگودھا میں سال 2007 اور 2008 میں کتنے مقدمات ڈکیتی، چوری، راہزنی، مویشی چوری، اغواء اور قتل کے درج ہوئے؟

(ب) ضلع سرگودھا میں 2007 اور 2008 میں ایس ایچ او کی تعیناتی مع عرصہ تھانہ وار بتائی جائے؟

(ج) مذکورہ سالوں میں مقدمات کے اندراجات کے بعد حکومت نے برآمدگی اور گرفتاری کے سلسلہ میں جو اقدامات اٹھائے، ان تمام کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف)

مقدمات	گرفتاری	برآمدگی
ڈکیتی–64	174	6999492
چوری–641	843	10076193
راہزنی–490	586	17562112
مویشی چوری–416	584	17244400

(ب)

اغواء	163	210	
قتل	193	371	
مقدمات		گرفتاری	برآمدگی
ڈکیتی-56		250	2009055
چوری-776		1315	31704812
راہزنی-585		1135	2943583
مویشی چوری-465		742	20329600
اغواء-272		215	
قتل-224		917	

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں نے جز(ب) میں پوچھا ہے کہ "ضلع سرگودھا میں 2007اور 2008 میں ایس ایچ او کی تعیناتی بمع عرصہ تھانہ وار بتائی جائے۔" اس کا جواب نہیں ہے۔ جز(ب) میں جو جواب دیا گیا ہے وہ جز(ج) کا دیا گیا ہے۔ ایک تو اس کی وضاحت کی جائے کہ نامکمل جواب کیوں دیا گیا ہے؟ دوسرا یہ ہے کہ وارداتوں کے حوالے سے اغواء برائے تاوان کے کیسز ہیں، چوری ڈکیتی کے جو کیسز اور مویشی چوری کے کیسز ہیں ان کو اگر دیکھا جائے تو دن بدن ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ضلع سرگودھا میں اتنے زیادہ اغواء برائے تاوان اور مویشی چوری کے جو کیسز ہو رہے ہیں اس میں حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے، اس کی وضاحت کی جائے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے کل اس بات کا نوٹس لیا ہے اس میں واقعی جز(ب) کا جواب پرنٹ نہیں ہے۔ میں نے کل اس جواب کی کاپی منگوالی ہے۔ میرے پاس پوری تفصیل ہے۔ اگر چیمہ صاحب اس بات کو مناسب سمجھیں تو میں یہ تفصیل ان کو فراہم کر دیتا ہوں۔ وہ اس سے استفادہ کر لیں اور اگر وہ کہیں تو جز(ب) یا question کو آپ بے شک pending فرما دیں لیکن یہ بات درست ہے کہ جز(ب) کا جواب پرنٹ نہیں ہوا۔ باقی جہاں تک ڈکیتی اور چوری کی وارداتوں میں اضافے کا تعلق ہے اس میں معاملہ یہ ہے کہ گرفتاری اور برآمدگی، جس طرح ان چیزوں میں اضافہ ہوا ہے اسی طرح گرفتاری اور برآمدگی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس کی اس سلسلے میں کارکردگی improve ہوئی ہے۔ اگر ہم اس بات کو اس طرح رکھیں کہ مقدمات کم درج ہوں تو جرم کم ہو رہا ہے اور اگر زیادہ درج ہو رہے ہیں تو جرم زیادہ ہو رہا ہے۔ اس طرح مقدمات

درج ہونے سے کم ہو جاتے ہیں اس لئے ہم نے اس بات کو criteria نہیں بنایا بلکہ ہم نے کہا ہے کہ جو بھی مقدمہ درج ہونے کے لئے یا جس کے ساتھ چوری یا ڈکیتی کی واردات ہوتی ہے تو آپ free registration دیں اور اس کے بعد اپنی کارکردگی دکھائیں اور ان کو گرفتار کریں اور برآمدگی ہو۔ اس لئے free registration کو ہم نے ensure کیا ہے اس لئے مقدمات کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! محترم وزیر صاحب نے کہا ہے کہ جز (ب) کا جواب نہیں ہے۔ اس میں اگر وزیر صاحب غور سے دیکھیں کہ ایس ایچ او کی تعیناتی کا عرصہ دیکھ لیں کہ کتنا کم عرصہ ہے اور لگتا یوں ہے کہ جیسے ہر ماہ یا دوسرے ماہ بعد ڈی پی او صاحب تبدیل کر دیتے ہیں۔ جو ایس ایچ او جاتا ہے تو تھوڑے ہی دنوں بعد اس کو تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس کی کیا ایڈمنسٹریشن ہو گی اور وہ کیا کارکردگی دکھائے گا؟ اگر آپ غور کریں تو یہ جو مقدمات ہیں یہ بہت کم ہیں۔ جیسا کہ وزیر صاحب نے کہا ہے کہ free registration کا طریق کار ہے لیکن میرے اپنے علم میں جو بات ہے کہ free registration اس طرح سے نہیں ہے بلکہ بہت سارے ایسے مقدمات ہیں جن کو درج ہی نہیں کیا جاتا۔ اگر ڈکیتی ہوئی ہے تو اس کو چوری کے مقدمے میں درج کر لیا جاتا ہے۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ میرے اس سوال کو pending کیا جائے اور وزیر صاحب اس کی انکوائری کرا لیں اور جز (ب) کا جواب واضح کر دیا جائے تو ہر چیز واضح ہو جائے گی کہ ایس ایچ او کی جو تعیناتی ہے اس کا عرصہ کتنا ہے اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہمارے ضلع سرگودھا میں پولیس کی کتنی اچھی کارکردگی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں بالکل چیمہ صاحب نے درست نشاندہی کی ہے کہ ایس ایچ او صاحبان کی عرصہ تعیناتی تو واقعی بہت کم ہے۔ یہ ساری لسٹ میرے پاس موجود ہے۔ میں آج ہی انہیں فراہم کر دیتا ہوں لیکن یہ کیا عوامل ہیں یہ ایک بڑی لمبی بحث ہے۔ اس پر وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک کمیٹی بنائی ہے اور اس پر کافی غور و خوض کے بعد ہم نے recommendations تیار کی ہیں جسے انشاء اللہ تعالیٰ 31۔ دسمبر کے بعد جب پولیس آرڈر 2002 کو ختم کر کے ہمارا ارادہ ہے کہ پولیس آرڈر 2010 لایا جائے اور اس میں بہت سارے practically نقائص سامنے آئے ہیں ان کو improve کیا جائے اور ان کو perfect کیا جائے۔ اس میں ایس ایچ او کا عرصہ تعیناتی کم از کم ایک سال کیا جا رہا ہے کہ اس کو ایک سال سے پہلے تبدیل نہ کیا جائے۔ دوسرا انہوں نے free registration of cases کے حوالے سے بات کی ہے تو یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اب بھی لوگوں کے مقدمات واقعی درج نہیں

ہوتے اسی کمیٹی نے ایف آئی آر کی رجسٹریشن کا بھی ایک طریق کار recommend کیا ہے انشاء اللہ ان چیزوں کے آنے سے متعلقہ جو procedure ہے اس کو amend کرنے سے اس میں بہتری آ جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! میرے خیال میں لسٹ آپ وزیر قانون صاحب سے لے لیں۔ باقی وہ جو ترامیم کر رہے ہیں ان کو آنے دیں پھر دیکھ لیں گے۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرے علم میں ہے کہ پہلے بھی حکومت پنجاب کی پالیسی ہے کہ ایس ایچ او کا عرصہ تعیناتی ایک سال ہے اور میرا خیال ہے کہ اس پر عمل نہیں کیا جا رہا۔ میں ایک حلقے کی بات نہیں کر رہا بلکہ پورے پنجاب میں ایسا ہے۔ عمل درآمد تو naturally متعلقہ محکمہ کے سینئر آفیسرز جن میں آئی جی صاحب یا ہوم سیکرٹری صاحب، جنہیں آج اسمبلی میں حاضر ہونا چاہئے تھا۔ ٹھیک ہے responsibility وزیر قانون صاحب کی بھی ہے لیکن انہیں بھی آج یہاں حاضر ہونا چاہئے تھا تاکہ انہیں پتا چلے کہ یہ ایسے معاملات ہیں۔ میں خود وزیر قانون صاحب کا بڑا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ واقعی یہ نقائص ہیں۔ یہی بڑا پن ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ بہتر سے بہتری کی طرف جائے گا۔ میں اس معاملے میں ان کی تعریف کروں گا کہ انہوں نے بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی غلطی کو تسلیم کیا ہے لیکن تسلیم کرنے اور عمل کرنے میں بڑا فرق ہے۔ ماشاء اللہ حکومت کو آئے بھی 18 ماہ سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور حکومت پنجاب کی ہی یہ پالیسی ہے کہ ایک سال SHO کی تعیناتی رہے اور اگر اس کی کارکردگی خراب ہے تو پھر اسے تبدیل کر دیا جائے لیکن یہ افسوس ہے اور سرگودھا میں ایسے لگتا ہے کہ جیسے ہر دو ماہ بعد ہر تھانے کا SHO تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کی thoroughly investigation کریں۔ میں کچھ چیزیں نہیں کہنا چاہ رہا لیکن وزیر موصوف اگر thoroughly investigation کریں اور اس بات پر چلیں جیسے انہوں نے میری بہت ساری باتوں کی پہلے تصدیق کی ہے تو میری اس بات کی بھی تصدیق ہو گی کہ وہاں پر کچھ نہ کچھ گڑبڑ اور مسئلہ ضرور ہے اور ہمارا یعنی اپوزیشن کا کام مسئلے کی نشاندہی کرنا ہے اور حکومت کا کام ہے کہ وہ اس نشاندہی کو positively لے اور اس پر عمل کرے کیونکہ ان کی کارکردگی بہتر ہونے سے انہی کا فائدہ ہے لہذا میری یہ گزارش ہو گی کہ اس سوال کو pending کیا جائے تاکہ وزیر موصوف انکوائری اور چھان بین کر کے اس کی دوبارہ وضاحت پیش کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! چیمہ صاحب کی پہلی باتوں سے بھی مجھے اتفاق ہے لیکن اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ "ان کی کارکردگی بہتر ہونی ہے" تو مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ انہیں کہنا چاہئے تھا کہ ہماری position بہتر ہونی ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں اب ہم "ان" نہیں ہیں بلکہ "ہم" ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چیمہ صاحب نے فرمایا کہ پالیسی پہلے بھی ہے، یہ درست ہے اور پالیسی پہلے بھی تھی لیکن یہ mandatory نہیں تھی۔ DPO کو اختیار تھا کہ وہ جب چاہے، جسے چاہے ایک دن بعد، ایک گھنٹہ بعد، تین دن بعد SHO کو تبدیل کر سکتا تھا۔ اب ہم recommendation لا رہے ہیں جس کے مطابق اس کو mandatory کر رہے ہیں کہ DPO کا یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ SHO کو اس عرصہ تعیناتی سے پہلے تبدیل کرے اور اگر وہ ایمرجنسی یا کوئی ایسے حالات پاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ problem آ رہا ہے تو اس problem سے وہ اپنی higher authority کو آگاہ کرے گا جس کی باقاعدہ طور پر انکوائری ہوگی اور پھر انکوائری ہونے کے بعد وہ تبدیل ہو سکے گا۔ جب تک آپ اسے discretion پر رکھیں گے اور اسے safety اور secured نہیں کریں گے تو وہ صحیح کام نہیں کریں گے۔ یہ پہلے پالیسی تھی لیکن یہ DPO کی discretion تھی اور اسی لئے یہ used ہوتی آ رہی ہے۔ دوسرا یہ کہ بے شک ہمیں 18 ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن پولیس آرڈر 2002 میں کوئی بھی ترمیم کرنے کے لئے ہمیں 31-دسمبر تک ابھی بھی انتظار کرنا ہے۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے تسلیم کیا ہے اور جیسے جز (ب) کا جواب نہیں آیا اور بہت سارے نقائص ہیں تو اگر یہ اسے pending نہیں کرنا چاہتے تو پھر کمیٹی کو refer کر دیں کیونکہ ایوان کی بھی ذمہ داری ہے اور ماشاء اللہ اس ایوان کی supremacy کا ادراک کرنا بڑا ضروری ہے تو آپ اس سوال کو کمیٹی کو refer کر دیں اور اگر وہاں اس کی چھان بین ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے دو problems indicate کئے ہیں جن میں ایک ایف آئی آر کی free registration اور دوسرا SHO کی جلد تبدیلی کا معاملہ ہے تو ان دونوں معاملات کو علیحدہ سے ایک کمیٹی دیکھ رہی ہے اور وہاں پر recommendations تقریباً final form میں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر چیمہ صاحب کہیں تو ان recommendations سے بھی پوری

طرح confidence میں لے لوں گا۔اب اگر اس معاملے کو کسی اور کمیٹی کو بھیجیں گے تو پھر اس سے کام میں تاخیر ہو جائے گی۔کام ہو رہا ہے اور تقریباً وہ مکمل ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! جو کمیٹی پہلے سے بنی ہوئی ہے اس کو یہ معاملہ بھیج دیں؟

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! منسٹر صاحب کی assurance ہی کافی ہے۔ میرے پاس تو پھر بھی جواز ہے اور اگر یہ نہیں ہو گا تو میں آئندہ اجلاس میں بھی اٹھا سکتا ہوں تو اگر منسٹر صاحب ensure کر رہے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کی assurance تو آپ نے لے لی تو ان سے ہم والی assurance آپ نے نہیں کی۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: اس پر میں بات کرنا چاہ رہا تھا اور این آر او پر بھی بات کرنا چاہتا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ چلے اور ملک کی بہتری کے لئے کاش مسلم لیگیں اکٹھی ہو کر اس ملک کو بہتر سے بہتر مستقبل دے سکیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! رہ تو میں سکتی نہیں ہوں اور میں نے بھی یہی کہنا تھا کہ یہ جز اور جز کی بات ہو رہی ہے یا کل اور کل کی بات ہو رہی ہے، یہ نہ ہو کہ جز اور جز کی بات ہو رہی ہو اور یہاں پتا ہی نہ چلے، کل اور کل کی بات ہو تو پھر تو پوری قوم کا مفاد ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ آج ہوم ڈیپارٹمنٹ سے متعلقہ سوالات ہیں تو ہوم ڈیپارٹمنٹ سے آج کون یہاں پر نمائندگی کر رہا ہے ان کا نام اور عہدہ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہوم ڈیپارٹمنٹ سے کون سے نمائندے یہاں پر ہیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہوم ڈیپارٹمنٹ کو میں represent کر رہا ہوں اور کمیٹی جس کے متعلق میں نے کہا کہ وہ ان تمام معاملات کو دیکھ رہی ہے، اس کمیٹی کو سیکرٹری یا کوئی پولیس آفیسر head نہیں کر رہا بلکہ میں اسے head کر رہا ہوں اور ان تمام معاملات کو میں دیکھ رہا ہوں اس لئے آپ نے جو بھی نشاندہی کی ہے یا چیمہ صاحب کے سوال میں نشاندہی ہوئی ہے وہ تمام چیزیں میں نے note کی ہیں اور میرے ذہن میں ہیں اور ان تمام کو انشاءاللہ تعالیٰ ہم take care کریں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! "اللہ کرے زور قلم دے اور زیادہ" کہ انہیں اختیارات پر اختیارات ملتے چلے جائیں لیکن اگر بیوروکریسی اور ہوم ڈیپارٹمنٹ کی ذمہ داری ہے تو یہ کہہ دینا کہ اب میں بھی بیوروکریسی کی جگہ respect ا مجھے بڑی خوشی ہے کہ یہ اتنے بااختیار وزیر ہیں کہ شاید سیکرٹری صاحب بھی ان سے کانپ رہے ہیں لیکن میرا نہیں خیال کہ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے یہ کسی بھی قسم کی efficiency ہے کہ یہاں پر آج کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ اگر ہوم ڈیپارٹمنٹ کے لوگ موجود نہیں ہیں، trust ا مجھے پتا ہے کہ ہمارے لاء منسٹر صاحب بہت affective ہیں لیکن یہ seriousness of government ہے، انہیں پرواہی نہیں ہے اور انہوں نے یہاں سے کیا تجاویز carry کرنی ہیں and it is against the law بلکہ انہی کی coalition government کے وزیراعظم نے کہا تھا کہ نہ آنے والے سیکرٹری کو معطل کر دیا جائے گا۔

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں وضاحت کر دیتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ بیوروکریسی ذمہ دار ہے تو بیوروکریسی کیسے ذمہ دار ہے؟ گورنمنٹ ذمہ دار ہے اور ہم ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم نے عوام سے ووٹ لئے ہیں، ہم نے کل کو جا کر عوام کو جواب دینا ہے۔ کسی ہوم سیکرٹری یا دوسرے سیکرٹری نے جا کر جواب نہیں دینا۔ آج question hour کے لئے I.G.P، ہوم سیکرٹری اور دوسرے لوگ میرے ساتھ ایک گھنٹہ میٹنگ کر کے گئے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ حالات اس وقت کیا ہیں اور جس قسم کے issue چل رہے ہیں تو میں نے جب خود ان سے ساری briefing لے لی تو اس کے بعد مجھے اگر گیلری سے کسی چٹ کی ضرورت نہیں ہے تو پھر میں خواہ مخواہ انہیں کیوں ادھر یہاں بٹھا رکھوں؟ میں نے ان سے تمام information لے لی ہے اور اس کے مطابق آپ کے تمام ضمنی سوالات کے جواب دیئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

بیوروکریسی سے زیادہ میٹنگ کرنے میں interested ہیں تو وہ بھی آپ فرمائیں۔ جب کہیں آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب حاضر ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! راناصاحب کا یہ رویہ ٹھیک نہ ہے۔ یہ مجھے اپنی پوری تقریر میں سے ایک لفظ کی وضاحت کر دیں "ان حالات میں" کا کیا مطلب ہے کہ terrorism سے بیوروکریٹس اور سیکرٹری صاحب کو بھی خطرہ ہے۔ کیا ان کا یہ مطلب ہے؟ کبھی یہ اسمبلی بند کرتے ہیں اور کبھی سکول بند کرتے ہیں اور اب بیوروکریسی کو بھی بند کر دیا ہے؟ ان کی کیسے ذمہ داری بنتی ہے؟ یہ بالکل غلط بات ہے۔ بیوروکریٹ کا کام بیوروکریٹ ہی کرے گا، سپاہی کا کام سپاہی ہی کرے گا، وزیر کا کام وزیر ہی کرے گا،

سیاستدان کا کام سیاستدان ہی کرے گا۔ یہ کس قسم کی غیر ذمہ دارانہ بات ہے اور آپ انہیں کتنا اور کہاں تک بچائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! یہ کوئی controversy نہیں ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ شاید ہوم سیکرٹری اور آئی جی صاحب کسی خطرے کی وجہ سے یہاں نہیں آرہے حالانکہ میں نے ان حالات کی بات اس تناظر میں کی ہے کہ ان حالات میں law and order کی میٹنگ اور دوسرے مختلف معاملات پر ان کی توجہ دینا اور وہاں موقع پر جانا اور بہت ساری چیزوں کو خود on ground جاکر دیکھنا ان کی ذمہ داری ہے۔ جب انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ یہ معاملات pending ہیں تو ہم نے خود میٹنگ میں decide کیا کہ وہاں پر وہ جائیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ خطرے کی وجہ سے یہاں نہیں آئے بلکہ میں نے ان کو کہا کہ وہ یہاں پر ایک گھنٹہ میٹنگ کرنے کے بعد، کچھ لاء اینڈ آرڈرز سے متعلقہ معاملات ایسے تھے جن کا انہوں نے ابھی بیٹھ کر جائزہ لینا تھا اور انہوں نے موقع پر بھی جانا تھا اس لئے ان کو allow کیا گیا کہ وہ جاکر وہ important کام کریں اور یہاں پر ان کے questions کا جواب دینے کے لئے میں حاضر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میری بات سن لیں۔ جب ہم بات پارلیمنٹ کی supremacy کی کرتے ہیں، جب ہم بات کرتے ہیں کہ پارلیمنٹ supreme ہے تو یہ ہم زبانی بات نہیں کر رہے ہوتے۔ اگر آپ Constitution کو پڑھیں تو اس میں آرٹیکل 130 کہتا ہے کہ:

> (1) There shall be a Cabinet of Ministers, with the Chief Minister as its head, to aid and advise the Governor in the exercise of his functions.

اس کی clause 4 یہ ہے کہ:

> (4) The Cabinet shall be collectively responsible to the Provincial Assembly.

اب جو Cabinet اور منسٹرز وہ responsible ہیں، government functionaries منسٹرز کو reply دینے کے responsible ہیں۔ اگر اس reply میں کمی ہوتی ہے تو پھر rule 54 جس میں delay کے اور دوسرے matters بھی آتے ہیں۔ پھر منسٹر کے پاس اختیارات ہیں کہ وہ ان سے پوچھے

اور یہ ہاؤس بھی پوچھ سکتا ہے کہ اس کا جواب نہیں آیا۔ اس پر ہم کمیٹی بھی بنا سکتے ہیں اور افسروں سے سوال بھی پوچھ سکتے ہیں۔ ہمیں rules کو follow کرنے دیں۔ محترمہ! آپ کا ایک valid point ہے کہ وہ یہاں پر موجود ہوں لیکن جب لاء منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ ان کی satisfaction ہے اور وہ آپ کو reply دے رہے ہیں تو میرا خیال ہے کہ اس topic پر ہمیں آگے نہیں چلنا چاہئے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں اس بات کی بہت respect کرتی ہوں کہ آپ نے یہی تو کہہ دیا کہ آپ کا valid point ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ میں یہاں کوئی بہت بڑی جنگ کرنا چاہ رہی ہوں بلکہ بات صرف lack of interest کی ہے، یہ ساری چیز in order نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر سیکرٹری صاحب مصروف ہیں تو کوئی ان کا ڈپٹی سیکرٹری ہوگا، کوئی ایڈیشنل سیکرٹری ہوگا اور کوئی سپیشل سیکرٹری ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب on the floor of the House وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ he is satisfied تو پھر اس میں مسئلہ کیا ہے؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! مجھے تسلی نہیں ہوئی، مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ جب یہ ایک بندے کو اتنا bind-over کریں گے، ایک شخص کو اجازت دینے کے لئے، اس ڈیپارٹمنٹ کو اجازت دینے کے لئے کہ اگر " نئی آئے تے کوئی گل نئیں، میں جو آں" یہ attitude شاید بہادری تو ہے لیکن ہمیں satisfaction نہیں ہے کیونکہ inefficient جواب آ رہے ہیں، incomplete جواب آ رہے ہیں۔ ایک منٹ پہلے چیمہ صاحب کا جواب incomplete تھا اور ہر چیز کو cover کرنے کے لئے آپ ان کو کتنا اور بچائیں گے؟ آپ کی گورنمنٹ اور governance کے failure کی ایک main وجہ یہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا بس، اب اس question سے relevant بات کریں۔ جی، لاء منسٹر!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے محترمہ کی اس بات پر انتہائی افسوس ہے کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ مجھے ان سے تسلی نہیں ہے۔ یہاں پر کوئی ایڈیشنل سیکرٹری ہونا چاہئے تھا، یہاں پر کوئی سیکرٹری ہونا چاہئے تھا۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے جو questions کئے ہیں، یہ ریکارڈ نکال کر دیکھ لیں، جو انہوں نے questions کئے ہیں ان پر ان کو تسلی بخش جواب دیا گیا ہے اور یہ تسلی کس طرح سے چاہتی ہیں؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ان کو کب کہا ہے؟ میں تو ان کو سر آنکھوں پر، یہ تو بہت بڑے وزیر بن گئے ہیں۔ میں تو کہتی ہوں اور مجھے ان پر پورا confidence ہے لیکن مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ یہ ان کو اس طرح protect نہ کریں کیونکہ یہ ڈیپارٹمنٹ کی inefficiency کا موجب بنتا ہے۔ میں تو ڈیپارٹمنٹ کو criticize کر رہی ہوں، ان کو میں نے کیا کہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: ان کو تو میں نے کہا کہ یہ تو بہت بہادر ہیں۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترمہ کی satisfaction کے لئے یہ عرض کر دوں کہ جب وہ ہوم سیکرٹری سے ایڈیشنل سیکرٹری پر آ گئی ہیں تو ایڈیشنل سیکرٹری صاحب گیلری میں موجود ہیں۔ اگر یہ اجازت دیں تو میں question hour کے بعد ان کی میٹنگ کروا دیتا ہوں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ لاء منسٹر صاحب کا جو attitude ہے مجھے اسی بات پر اعتراض ہے۔ مجھے ان سے مل کر کیا کرنا ہے یہ کوئی بات ہے، یہ کوئی طریقہ ہے، یہ کوئی attitude ہے؟ جب اس floor پر لیڈر اس طرح بات کرے تو میں اس پر protest کرتی ہوں۔ یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا، مجھے کیا ضرورت ہے ایڈیشنل سیکرٹری سے ملنے کی، یہ کب ان خواتین کی عزت کرنا شروع کریں گے؟ میں protest کرتی ہوں لاء منسٹر کے اس attitude پر اور میں walkout کرتی ہوں۔ یہ کوئی طریقہ ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! دیکھیں میری بات سنیں، اب میری بات سنیں۔ This is wrong, this is wrong. جب آپ rules کی بات کریں گی، جب میں نے Constitution پڑھ کر سنایا ہے کہ اس میں responsibility کیبنٹ کی ہے اور لاء منسٹر صاحب on the floor of the House کہہ رہے ہیں کہ ---

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں آپ کی بات accept کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: لیکن ان کی loose talk کو کون دیکھے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: Question hour کے دوران اس پر کوئی بات نہیں ہو گی، اب بعد میں بات ہو گی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: یہ اشارہ غلط ہے اور میں اس بات پر شدید احتجاج کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔اگلا سوال چوہدری عامر سلطان چیمہ کا ہے وہ سوال کا نمبر پکاریں۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1993 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جی۔

تھانہ صدر سرگودھا میں ڈکیتی کے دوران شہری کی ہلاکت کی تفصیلات

*1993: چوہدری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ عمر حیات موضع مٹھ لک تھانہ صدر سرگودھا کو ڈکیتی کے دوران قتل کیا گیا؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے ملزموں کی گرفتاری اور اندراج مقدمہ کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) جناب عالی گزارش ہے کہ ڈکیتی کے دوران شہری کی ہلاکت نہ ہوئی ہے بلکہ رنجش مخالفت کی بناء پر قتل ہوا ہے جس پر مقدمہ نمبر 403 مورخہ 24۔09۔2008 بجرم 302/34 ت پ تھانہ صدر درج ہوا۔ عمر حیات ولد محمد یوسف قوم سپرا سکنہ مٹھ لک ڈکیتی کے دوران نہیں بلکہ مخالفت کی بناء پر قتل ہوا ہے۔

(ب) مقدمہ عنوان بالا میں ملزمان مسمیان (1) محمد خالد ولد گل محمد قوم واڈھرہ سکنہ مٹھ لک (2) محمد وارث ولد خضر حیات قوم واڈھرہ سکنہ مٹھ لک ہر دو ملزمان کے حسب ضابطہ گرفتار کرکے مورخہ 8۔11۔2008 کو حوالات جوڈیشل سرگودھا جیل بھجوایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے پوچھا تھا کہ ڈکیتی کی واردات ہوئی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ڈکیتی نہیں بلکہ دشمنی کی بنا پر ہوئی تھی۔ حالانکہ حقیقت میں یہ ڈکیتی تھی اس کو انہوں نے مروڑ توڑ کر change کر دیا ہے اور اس کی

investigation بھی غلط طریقے سے کی گئی ہے۔ میری گزارش ہے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اس پر کوئی کمیٹی بنا دی جائے یا اس کو ایڈیشنل آئی جی انوسٹی گیشن کو refer کر دیا جائے کہ وہ اس کی از سر نو inquiry کرلے کہ آیا یہ ڈکیتی کا ہی مقدمہ ہے یا دشمنی تھی؟ جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا جبکہ میرے علم میں تھا کہ یہ ڈکیتی کی واردات تھی جس کو انہوں نے تبدیل کر دیا کہ یہ دشمنی کی بنا پر ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جس مقدمے کا حوالہ چیمہ صاحب نے دیا ہے تو اس میں پولیس کی اب تک کی جو investigation ہے اس کے مطابق یہ قتل مخالفت کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ اب اس میں ایک جو basic test ہوتا ہے کہ اگر ڈکیتی کی واردات ہو تو اس میں نامزد ملزمان نہیں ہوتے۔ اکثر اوقات جو لوگ اس قسم کی کارروائی کے لئے آتے ہیں وہ اگر پہچانے جانے کا خوف ہو تو انہوں نے اپنے آپ کو cover کیا ہوا ہوتا ہے یا otherwise وہ خود سامنے نہیں آتے۔ اس میں ایف آئی آر نامزد ملزمان کے خلاف ہے اور باقاعدہ ان کے نام دیئے گئے ہیں۔ ایک محمد خالد ولد گل محمد، دوسرا محمد وارث ولد خضر حیات ہے۔ دوران investigation یہ بھی پایا گیا ہے کہ ان کی ایک وجہ عناد بھی تھی جس بنیاد پر انہوں نے قتل کیا ہے۔ تاہم اگر چیمہ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی دوبارہ investigation ہونی چاہئے تو یہ مدعی فریق procedure کے مطابق transfer of investigation کے لئے apply کر سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آخری سوال شاہجہاں احمد بھٹی صاحب کا ہے۔

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2008 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب شاہ جہاں احمد بھٹی: جی، اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

موٹر سائیکل اور گاڑی کے کاغذات چیک کرنے کی تفصیلات

*2008: جناب شاہجہاں احمد بھٹی: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موٹر وہیکل آرڈیننس کے تحت ٹریفک پولیس یا پنجاب پولیس عام حالات میں موٹر سائیکل یا گاڑی کے کاغذات چیک نہیں کر سکتی، یہ دونوں فورسز ڈرائیونگ لائسنس چیک کر سکتی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ٹریفک وارڈنز کے علاوہ پنجاب پولیس اور مجاہد سکواڈ ڈرائیور کا ڈرائیونگ لائسنس اور شناخت چیک کرنے کی بجائے گاڑی کے کاغذات چیک کرانے پر اصرار کرتے ہیں اور ناکے لگاکر پیسے بٹورتے ہیں؟

(ج) کیا حکومت ایسا کوئی سرکلر جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کہ جس سے عوام کو یہ پتا چل جائے کہ ٹریفک وارڈنز، پنجاب پولیس اور مجاہد سکواڈ ان سے کون سے ڈاکومنٹس چیک کرنے کی مجاز ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) یہ درست نہ ہے ٹریفک پولیس موٹر وہیکل آرڈیننس کی دفعہ 90 کے تحت عام حالات میں گاڑی کے کاغذات اور ڈرائیونگ لائسنس چیک کر سکتی ہے۔ دفعہ 90 موٹر وہیکل آرڈیننس 1965 کے تحت یونیفارم میں ملبوس کوئی بھی پولیس آفیسر یا ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کا کوئی آفیسر جو سب انسپکٹر سے کم عہدے کا نہ ہو ڈرائیور کا لائسنس اور گاڑی کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ چیک کر سکتا ہے۔ تاہم ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں ٹریفک پولیس (وارڈنز) وائیلٹرز کی گاڑی کے متعلقہ کاغذات اور ڈرائیونگ لائسنس چیک کرتی ہے۔

(ب) ٹریفک وارڈنز ٹریفک rules کی خلاف ورزی پر وائیلٹرز کی شناخت کے لئے نہ صرف ڈرائیونگ لائسنس بلکہ گاڑی سے متعلقہ کاغذات بھی چیک کرتے ہیں۔ ڈرائیونگ لائسنس اور متعلقہ کاغذات کی عدم موجودگی پر حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ سوال کا بقیہ حصہ متعلقہ ٹریفک پولیس نہ ہے

(ج) دفعہ 90 موٹر وہیکل آرڈیننس 1965 کے تحت یونیفارم میں ملبوس کوئی بھی پولیس آفیسر یا ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کا کوئی آفیسر جو کہ سب انسپکٹر سے کم عہدے کا نہ ہو ڈرائیور کا لائسنس اور گاڑی کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ چیک کر سکتا ہے۔ تاہم ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں ٹریفک پولیس (وارڈنز) وائیلٹرز کی گاڑی کے متعلقہ کاغذات اور ڈرائیونگ لائسنس چیک کرتی ہے۔ جہاں تک اس ضمن میں کوئی سرکلر جاری کرنے کا تعلق وہ حکومت کی صوابدید پر منحصر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سوال میں یہ تھا کہ "کیا حکومت کوئی ایسا circular جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کہ جس سے عوام کو یہ پتا چل جائے کہ ٹریفک کے معاملات میں ان کے rights کیا ہیں؟" اس کا جواب آیا ہے کہ "یہ صوابدید پر منحصر ہے۔" یہ clear نہیں ہے کہ یہ عوام کو aware کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ٹریفک پولیس اور عام پولیس کی کیا ذمہ داری ہے کیونکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ سب انسپکٹر سے کم rank کے پولیس ملازمین بھی موٹر سائیکل سواروں کو روک کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یقیناً آج کے security environment میں یہ ضروری ہے کہ وہ لوگ بھی اپنے اس طرح کے فرائض سرانجام دیں لیکن عوام کو aware کیا جائے اور ان کی cooperation حاصل کی جائے۔ کیا حکومت کوئی اس طرح سے public awareness campaign چلانے کا ارادہ رکھتی ہے جس سے موٹر سائیکل سواروں کو یہ awareness آئے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بالکل ارادہ رکھتی ہے اور یہ بہت معقول تجویز ہے۔ پہلے بھی حکومت اس سے متعلق مختلف پروگراموں پر عمل کر رہی ہے۔ محترم شاہجہاں صاحب اگر اس سلسلے میں کوئی اپنی قیمتی رائے دینا چاہیں تو آگاہ کریں لیکن awareness مہم کے لئے circular جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ circular جاری کئے بغیر بھی مہم چلائی جا رہی ہے اور اس کو مزید موثر طریقے سے چلایا جائے گا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ج) میں جواب دیا گیا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ کا کوئی آفیسر جو کہ سب انسپکٹر سے کم عہدے کا نہ ہو ڈرائیور کا لائسنس اور گاڑی کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ چیک کر سکتا ہے۔ تاہم ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں ٹریفک پولیس وارڈنز violators کی گاڑی کے متعلقہ کاغذات اور ڈرائیونگ لائسنس چیک کرتی ہے۔ کیا ٹریفک پولیس کے وارڈنز سب انسپکٹر کے برابر ہیں؟ میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر وہ سب انسپکٹر کے برابر ہیں تو ان کی direct بھرتی as a سب انسپکٹر وہ پولیس آرڈر 2002 کے مطابق سپاہی، ASI اور ASP بھرتی

ہو سکتے ہیں۔ یہ جو dichotomy ہے کیونکہ میرے علم کے مطابق سب انسپکٹر سے نیچے کا آدمی چالان نہیں کر سکتا۔ ان کو چالان کے بھی اختیار دیئے گئے ہیں۔ کیا یہ سپاہی کے عہدے کے برابر ہیں یا سب انسپکٹر کے عہدے کے برابر ہیں؟ ان دونوں چیزوں کا تضاد واضح کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ایسا بالکل نہیں ہے اور محترم میجر صاحب کو ذرا اس میں confusion ہوئی ہے۔ جواب یہ ہے کہ کوئی بھی پولیس آفیسر یا ٹرانسپورٹ کا کوئی بھی آفیسر جو کہ سب انسپکٹر سے کم عہدے کا نہ ہو یعنی اگر یہ ڈیوٹی کسی ٹرانسپورٹ کے کسی فرد نے دینی ہے تو پھر وہ سب انسپکٹر عہدے سے کم نہیں ہونا چاہئے لیکن پولیس کا کانسٹیبل ہو یا ہیڈ کانسٹیبل ہو اور اے ایس آئی ہو وہ competent ہے کہ وہ موٹر وہیکل آرڈیننس کے تحت کاغذات بھی چیک کر سکتا ہے اور چالان بھی کر سکتا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! مجھے اس کی وضاحت سمجھ میں نہیں آئی اور میں پھر دوبارہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ کیا ٹریفک پولیس کے سپاہی کو یہ اختیار ہے کہ وہ کاغذ چیک کر سکتا ہے یا صرف افسر کو اختیار ہے کہ وہ کاغذات چیک کرے اور چالان کرے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹریفک پولیس کے سپاہی کو بھی یہ اختیار ہے کہ وہ کاغذات بھی چیک کر سکتا ہے اور چالان بھی کر سکتا ہے۔ خواہ وہ ٹریفک پولیس کا ہو یا آرڈنری کا ہو۔

محترمہ آمنہ الفت: ضمنی سوال۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں اس حوالے سے تشریح چاہوں گی کہ یہ جو پولیس کے وارڈنز ہیں یا پولیس کی وردی میں ملبوس ہماری جو پولیس ہے وہ اشاروں پر کھڑے ہو کر گاڑیاں چیک کرتے ہیں یا کاغذات چیک کرتے ہیں یا ٹریفک کو صحیح طریقے سے چلانا تو ان کے اختیارات میں شامل ہے لیکن اگر ایسا کوئی واقعہ اشارے کے اوپر ہو جائے کہ کوئی آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے یا گاڑی وہاں پر خراب ہو جاتی ہے یا وہاں پر کسی آدمی کو اچانک problem پیش آ جاتی ہے تو اس سلسلے میں ان کے فرائض مختص کئے گئے ہیں یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ تو انہوں نے انسانی مسئلے کی طرف نشاندہی کی ہے، اگر کوئی ایسا معاملہ خدانخواستہ ہو جائے تو بالکل یہ ان کا فرض ہے کہ وہ ان کی مدد بھی کریں بلکہ 1122 کو بھی اطلاع کریں اور بعض اوقات ایسا ہوا ہے کہ اگر وہاں پر accident ہوا یا کوئی لوگ زخمی ہوئے ہیں تو یہ ٹریفک وارڈن نے ڈیوٹی سرانجام دی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اخلاقی فریضہ تو ہر انسان کا ہے لیکن کیا قانونی طور پر بھی ان کے فرائض میں کوئی چیز شامل کی گئی ہے کیونکہ اگر وہ کسی کی مدد نہیں کرتے تو پھر وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے فرائض میں شامل نہیں ہے۔ میں اس point of view کے حوالے سے clear کرنا چاہتی ہوں کہ کیا وہ قانونی طور پر بھی bound ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! پولیس ڈیپارٹمنٹ میں خواہ کہ وہ ٹریفک وارڈن کے طور پر ہو، خواہ کانسٹیبل ہو، خواہ وہ آفیسر ہو وہ قانونی طور پر اس بات کا پابند ہے کہ وہ کسی بھی مشکل میں کسی شہری کو دیکھے تو اس کی مدد کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں بھی پولیس کے بارے میں بہت شکایتیں ہوتی ہیں اور سارا کچھ ہوتا ہے لیکن بچپن سے پولیس ڈیپارٹمنٹ کا ایک slogan پڑھتے آئے ہیں کہ "پولیس کا ہے فرض مدد آپ کی" اور آج کل جو خاص طور پر حالات ہیں اور جس طرح پولیس ملازمین فرنٹ پر کھڑے ہو کر قربانیاں دے رہے ہیں اور آج ہمیں ان کو خراج تحسین بھی پیش کرنا چاہئے اور ان کا حوصلہ بھی بڑھانا چاہئے کیونکہ اس جنگ کے اندر سب سے زیادہ سڑک کے اوپر کھڑے ہو کر جوان کی قربانیاں ہیں آج ہم سب کو انہیں خراج تحسین پیش کرنا چاہئے۔ جی، راناصاحب!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آج اسی reference سے اس معزز ہاؤس کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہوں گا کہ محمد لطیف نامی کانسٹیبل بلکہ اس کے ساتھ جتنے بھی لوگ کل بابو صابو انٹرچینج کے اوپر ڈیوٹی پر تھے ان لوگوں نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر کل کا جو واقعہ ہوا ہے اس کو روکا ہے، اگر وہ دہشت گرد وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے اور یہ اپنی ڈیوٹی کو صحیح طور پر انجام نہ دیتے تو شاید وہ بہت بڑی تباہی کا باعث بنتا اور کوئی بہت بڑا واقعہ ہوتا تو یہ جو احساس ذمہ داری اور فرض شناسی کا

جذبہ پولیس میں پیدا ہوا ہے اور یہ آگے بڑھ رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ جہاں کہیں ان کی کوتاہی ہو ہمیں ان کی سرزنش کرنی چاہئے لیکن جہاں پر کوئی appreciable بات ہو تو ہمیں appreciate بھی کرنا چاہئے تاکہ جو پولیس میں بہتر لوگ ہیں وہ اور بہتر ہونے کی کوشش کریں۔(نعرہ ہائے تحسین)

رانا تنویر احمد ناصر: میرا ضمنی سوال ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! جز (الف) اور (ج) کے جواب میں کہا گیا ہے کہ یونیفارم میں ملبوس کوئی بھی پولیس آفیسر کاغذات چیک کر سکتا ہے۔ میں صرف یہ چاہوں گا کہ مجھے بتایا جائے کہ پولیس آفیسر کا start کہاں سے ہوتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یونیفارم سے ہوتا ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں جو پولیس rules ہیں It starts from constable.

چودھری سرفراز افضل: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،

چودھری سرفراز افضل: جناب سپیکر! اس میں کہا گیا ہے کہ دفعہ 90 موٹر وہیکل آرڈیننس 1965 کے تحت یونیفارم میں ملبوس کوئی بھی پولیس یا ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کا کوئی آفیسر جو کہ سب انسپکٹر سے کم عہدے کا نہ ہو ڈرائیور کا لائسنس اور گاڑی کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ چیک کر سکتا ہے۔ میں یہاں پر لاء منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اس سرکل کا جو آفیسر ہے وہ ہمارے ڈرائیونگ لائسنس یا گاڑی کی رجسٹریشن چیک کر سکتا ہے یا پورے صوبے میں سے کوئی بھی آفیسر کہیں پر بھی اپنے سرکاری کام کے سلسلے میں آیا ہو اور یونیفارم میں ہو تو وہ بھی روک کر چیک کر سکتا ہے، قانون اس میں کیا کہتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں جو law ہے وہ تو یہی ہے کہ جو بھی آفیسر جس جگہ پر بھی ڈیوٹی پر ہو گا یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ کام کرے لیکن ایک general law ہے کہ اگر

violation ہو رہی ہے وہ تو نہ صرف پولیس آفیسر یا پولیس کانسٹیبل بلکہ ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ اس violation کو چیک بھی کر سکتا ہے بلکہ اسے روک بھی سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ضلع راولپنڈی میں خودکش حملوں کی تفصیلات

*1376: مسز ناظمہ جواد ہاشمی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) 2003 سے 2007 تک ضلع راولپنڈی میں کتنے بم دھماکے ہوئے اور ان میں کتنے بے گناہ شہری جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے؟

(ب) ان دھماکوں میں کتنے خودکش حملے تھے؟

(ج) ان دھماکوں کے کتنے ملزمان گرفتار ہوئے ایوان کو تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع راولپنڈی میں 2003 تا 2007 کل 10 بم دھماکے ہوئے اور ان میں 95 شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

(ب) ان دھماکوں میں 9 خودکش حملے تھے۔

(ج) ان دھماکوں میں ملوث 26 ملزمان کو گرفتار کر کے چالان عدالت کیا گیا۔

تھانہ سول لائن راولپنڈی میں 2002 تا 2007 سیاسی قیدیوں کی تعداد

*1484: مسز ناظمہ جواد ہاشمی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

تھانہ سول لائن راولپنڈی میں 2002 سے 2007 تک کتنے سیاسی کارکنوں کو رکھا گیا، تفصیل بیان کریں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

تھانہ سول لائن راولپنڈی میں سال 2002 تا 2007 سیاسی افراد کے خلاف کل چار مقدمات درج ہوئے جن میں مقدمہ نمبر 664 مورخہ 07-9-7 بجرم 188 ت پ میں 7 افراد، مقدمہ نمبر 665 مورخہ 07-9-7 بجرم 188 ت پ میں 7 افراد، مقدمہ نمبر 670 مورخہ 07-9-10 بجرم 188 ت پ میں 6 افراد اور مقدمہ نمبر 673 مورخہ 07-9-10 بجرم 148/147/141/188 ت پ، MPO 16 میں کل 27 سیاسی افراد کو گرفتار کیا گیا۔ اس طرح اس عرصہ کے دوران کل 47 سیاسی افراد کو پولیس تھانہ سول لائن نے گرفتار کیا ہے۔

صدر تھانہ نارووال میں چوری کے مقدمات کی تفصیلات

*1969: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صدر تھانہ نارووال میں پیٹر انجن چوری کے سال 2002 سے اب تک کتنے مقدمات درج ہوئے؟

(ب) کتنے ملزمان کے خلاف کارروائی ہوئی؟

(ج) کسانوں کے پیٹر انجن چوری ہونے سے بچانے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ تھانہ کی حدود میں کسان پیٹر انجن چوروں سے پریشان ہیں اور پولیس کوئی اقدامات نہیں اٹھا رہی؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صدر تھانہ میں سال 2002 تا آج تک 19 مقدمات درج رجسٹر ہوئے ہیں۔

(ب) 19 ملزمان کے خلاف کارروائی عمل میں لائی گئی۔

(ج) ضلع پولیس نارووال پیٹر انجن کی چوری اور اس نوعیت کی دیگر جرائم کی بیخ کنی کے لئے شب وروز برسرپیکار ہے۔ دیہات میں ٹھیکری پہرہ اور پیٹرولنگ کے نظام کو موثر بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ریکارڈ یافتہ ملزمان کی نگرانی بھی جاری ہے۔

(د) سال 2002 تا آج تک کل 19 مقدمات رپورٹ ہوئے ہیں جن کو محنت اور پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پولیس تھانہ صدر نارووال نے 19 ملزمان کے خلاف

کارروائی عمل میں لائی ہے۔ تاہم متعلقہ SHO اور DSP کو ہدایت کی گئی ہے کہ ٹھیکری پہرہ اور گشت کے نظام کو مزید مؤثر بنائیں۔ سابقہ ریکارڈ یافتہ ملزمان کی کڑی نگرانی کریں۔ تاکہ اس قسم کے واقعات رونما نہ ہونے پائیں۔

سیالکوٹ میں اغواء برائے تاوان، چوری، ڈکیتی، منشیات کے مقدمات کی تفصیلات

*2087: محترمہ دیبا مرزا: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تھانہ نیکاپورہ، تھانہ حاجی پورہ، تھانہ کوتوالی تحصیل و ضلع سیالکوٹ میں جنوری 2007 سے آج تک اغوأبرائے تاوان، ڈکیتی، چوری، قتل اور منشیات کے کتنے مقدمات درج ہوئے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ تھانہ نیکاپورہ اور تھانہ حاجی پورہ کی حدود میں منشیات سر عام فروخت کی جاتی ہے اور پولیس منشیات فروشوں کو گرفتار نہیں کرتی بلکہ ان سے حصہ لیتی ہے جس کی وجہ سے یہ کاروبار عروج پر پہنچ چکا ہے؟

(ج) کیا حکومت سیالکوٹ میں منشیات فروشوں کو گرفتار کرنے اور ان کے خلاف فوری قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) حکومت منشیات فروشی کنٹرول کرنے کے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اصل حقائق اس طرح ہیں کہ جرائم کی بیخ کنی کے لئے ضلعی پولیس ہمہ تن جرائم پیشہ افراد کے خلاف برسرپیکار ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جاتا ہے۔

عرصہ زیر تجویز لغایت جنوری 2007 تا 09-05-15 تھانہ نیکاپورہ حاجی پورہ اور تھانہ کوتوالی میں منشیات فروشوں اور دیگر جرائم پیشہ افراد کے خلاف مؤثر کارروائی عمل میں لائی گئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تھانہ حاجی پورہ میں اغواء برائے تاوان 1، چوری 39، ڈکیتی 8، قتل 31 اور منشیات کے 383 مقدمات درج ہوئے ہیں۔

تھانہ کوتوالی میں اغواء برائے تاوان 0، چوری85، ڈکیتی0، قتل7، منشیات کے 173 مقدمات درج ہوئے ہیں۔

تھانہ نیکاپورہ میں اغواء برائے تاوان 1، چوری 39، ڈکیتی 2، قتل 17 اور منشیات کے 295 مقدمات درج ہوئے ہیں تمام مقدمات بالا میں مقامی پولیس نے بروقت کارروائی عمل میں لاتے ہوئے ملزمان کو گرفتار کیا ہے اغواء برائے تاوان کے دونوں مقدمات میں مغویوں کو بحفاظت برآمد کرکے ملزمان کو گرفتار کیا گیا ہے اور گرفتار کرکے ان کے چالان متعلقہ مجاز عدالت میں دیئے گئے ہیں جو کہ زیر سماعت ہیں۔ منشیات فروشوں کے خلاف کارروائی عمل میں لاتے ہوئے درج ذیل منشیات برآمد کی گئی ہیں۔

منشیات

نام	تھانہ حاجی پورہ	تھانہ کوتوالی	تھانہ نیکاپورہ
چرس	60.283کلوگرام	33.928کلوگرام	61.100کلوگرام
ہیروئن	3.001کلوگرام	Nil	2.684کلوگرام
افیون	1.725کلوگرام	Nil	0.306کلوگرام
شراب	1207بوتلیں	211بوتلیں	665بوتلیں
شرابی	25کس	12کس	8کس
چالو بھٹی	---	---	1عدد

ڈکیتی

مقدمات ڈکیتی میں متعلقہ پولیس نے مال مسروقہ برآمد کیا ہے جس کی مالیت ذیل ہے۔

تھانہ حاجی پورہ	تھانہ نیکاپورہ
517000/-	197000/-

چوری

مقدمات چوری میں متعلقہ پولیس نے مال مسروقہ برآمد کیا ہے جس کی مالیت ذیل ہے۔

تھانہ حاجی پورہ	تھانہ نیکاپورہ	تھانہ کوتوالی
1510980/-	4279000 /-	6795100 /-

(ب) معزز رکن اسمبلی کا مؤقف ضمن ہذا قطعی طور پر حقائق کے برعکس ہے تھانہ نیکاپورہ اور تھانہ حاجی پورہ کی پولیس نے منشیات فروشوں کے خلاف عرصہ زیر تجویز میں بھرپور کارروائی عمل میں لاتے ہوئے بھاری مقدار میں منشیات برآمد کی ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

نام	تھانہ حاجی پورہ	تھانہ نیکاپورہ
چرس	60.283کلوگرام	61.100کلوگرام
ہیروئن	3.001کلوگرام	2.684کلوگرام
افیون	1.725کلوگرام	0.306کلوگرام
شراب	1207بوتلیں	665بوتلیں
شرابی	25کس	8کس
چالو بھٹی	---	1عدد

(ج) ضلعی پولیس منشیات فروشوں کے خلاف ہمہ تن برسرپیکار ہے۔اور ان کی گرفتاری کے لئے کسی مرحلہ پر بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھا جاتا ہے۔ ضلعی پولیس کی اس ہیڈ میں کارکردگی ضمن بالا میں دیئے گئے منشیات کی برآمدگی کے بارے اعداد و شمار سے واضح ہوتی ہے۔آئندہ بھی منشیات فروشوں کے خلاف کارروائی بدستور جاری رہے گی۔

(د) ضلع ہذا میں منشیات فروشی کو کنٹرول کرنے کے لئے خصوصی اقدامات کئے گئے ہیں جن کی تفصیل ذیل ہے۔

1۔ سفید پارچہ جات میں پولیس ملازمان کو تعینات کیا گیا ہے۔جن کو فراہم کی ہوئی اطلاع کی روشنی میں منشیات فروشوں کی آماجگاہوں پر ریڈ کر کے ان کی گرفتاری عمل میں لا کر برآمدگی منشیات کی جاتی ہے۔

2۔ منشیات اپنے قبضہ میں رکھنے والے ملزمان کی گرفتاری پر ان کی نشاندہی پر اصل منشیات فروشوں کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔

3۔ منشیات فروشی کے مقدمات میں ملوث ملزمان کے چالان اندر14یوم مرتب کر کے بلا تاخیر عدالت میں دیئے جاتے ہیں۔

4۔ منشیات کے مقدمات میں ملوث ملزمان کے خلاف مجاز عدالتوں میں بھرپور پیروی مقدمات کی جاتی ہے تاکہ انہیں سخت سزائیں دلائی جا سکیں۔

ضلع ننکانہ صاحب میں ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کے قیام کی تفصیلات

*2163: جناب شاہجہاں احمد بھٹی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) پنجاب کے کتنے اضلاع میں ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کا قیام عمل میں آچکا ہے؟
(ب) ضلع ننکانہ صاحب میں ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کب وجود میں آئی،اس کے ممبران کی تفصیل اور کس طریق کار کے تحت ان کا انتخاب عمل میں آیا؟
(ج) اب تک ضلع ننکانہ صاحب کی ڈی پی ایس سی کے لئے کتنی رقم مختص کی گئی،اب تک کتنی رقم خرچ کی جاچکی ہے اخراجات کی مکمل تفصیل سال وائز بتائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کا قیام 35 اضلاع میں ہوچکا ہے۔
(ب) ضلع ننکانہ میں ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کا قیام 2007-05-21 کو عمل میں آیا،اس کے ممبران کا تعین پولیس آرڈر 2002 کے آرٹیکل 38 کے تحت عمل میں لایا گیا ہے،آرٹیکل 38(اے) کے تحت ایک تہائی ممبران کا تعین حکومت قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران سے منتخب کرتی ہے، جن میں سے ایک خاتون ہوتی ہے اور آرٹیکل 38(بی) کے تحت ایک تہائی ممبران آزاد ہوتے ہیں جوکہ ڈسٹرکٹ سلیکشن پینل سے تصدیق شدہ ہوتے ہیں جن میں سے ایک خاتون ہوتی ہے اور آرٹیکل 38(سی) کے تحت ایک تہائی ممبران ضلع کونسل کے ممبران میں سے ہوتے ہیں۔اس طرح کل ممبران کی تعداد آرٹیکل 37(1) کے تحت 9 ہوتی ہے اور انہی میں سے چیئرمین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔آرٹیکل 39(1) کے تحت چیئرمین کا انتخاب تین سال کے لئے ہوتا ہے۔
(ج) اب تک ضلع ننکانہ صاحب ڈسٹرکٹ پبلک سیفٹی کمیشن کے بجٹ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

بجٹ برائے سال 2007-08	خرچ
2.292 ملین	433545/- روپے
بجٹ برائے سال 2007-08	خرچ
2.292 ملین	Nil

فیصل آباد کے تھانہ سرگودھا روڈ اور منصور آباد میں منشیات کے مقدمات کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2212: رانا محمد افضل خان: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) فیصل آباد کے تھانہ سرگودھا روڈ اور تھانہ منصور آباد کے علاقہ میں گزشتہ ایک برس میں منشیات کے کتنے مقدمے درج ہوئے اور اس کے نتیجہ میں کتنے افراد کا منشیات فروشی کے جرم میں چالان کیا گیا؟

(ب) ان میں سے کتنے لوگ منشیات کا اڈا چلانے یا منشیات کا کاروبار کرنے والے مجرم پائے گئے اور اس دھندہ کو ختم کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تھانہ سرگودھا روڈ میں گزشتہ برس میں درج مقدمات کی تعداد 82 ہے۔ چالان شدہ مقامات کی تعداد 82 ہے اور ان تمام مقدمات میں 82 ملزمان کو گرفتار کر کے حوالات جوڈیشل بھجوایا گیا ہے۔

تھانہ منصورہ میں گزشتہ برس میں درج شدہ مقدمات کی تعداد 103 ہے۔ چالان شدہ مقدمات کی تعداد 103 ہے ان تمام مقدمات میں 103 ملزمان کو گرفتار کر کے حوالات جوڈیشل بھجوایا گیا ہے۔

(ب) جہاں تک تھانہ جات ہذا میں منشیات کا اڈہ چلانے کا تعلق ہے تو تھانہ جات ہذا میں منشیات فروشی کا کوئی بھی اڈہ نہ ہے جو منشیات فروش یہ دھندہ کرتے ہیں ان کے خلاف کارروائی عمل میں لاتے ہوئے مقدمات درج کئے گئے ہیں تاہم مزید نگرانی جاری ہے۔ DSP/SPO سرکل پیپلز کالونی اور SHOs تھانہ جات کو اس سلسلہ میں خصوصی طور پر بریف کیا گیا اور ان کو ہدایت کی گئی ہے کہ یو سی ملازمان اور موبائل گشت کو بھی مؤثر بنائیں تاکہ منشیات فروشی کا قلع قمع کیا جا سکے۔

پنجاب پولیس کی جدید ٹریننگ کے لئے اٹھائے گئے اقدامات کی تفصیلات

*2222: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب پولیس کی جدید ٹریننگ کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں نیز جدید طریقہ تفتیش و دیگر جدید سہولیات کے لئے کیا منصوبہ ہے اور کب تک پایہ تکمیل تک پہنچے گا؟

(ب) پنجاب پولیس کو کمیونٹی پولیسنگ کی ٹریننگ اور پنجاب پولیس کے اختیارات اور ذمہ داریوں میں توازن لانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب پولیس کو ترقی یافتہ ملکوں اور اداروں کی صف میں لانے اور ان کے نظام پولیس کو بہتر کرنے کے لئے حال ہی میں متعدد اقدامات کئے گئے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

(i) تفتیشی نظام کی بہتری اور اس کو جدید طریقوں پر استوار کرنے کے لئے مختلف کورسز کا انعقاد کیا گیا ہے جس میں پولیس افسران کو جدید طریقہ تفتیش سے روشناس کرانے کے لئے مختلف سائنسی اور تفتیشی آلات جن میں تفتیشی کٹ، آٹومیٹڈ فنگر پرنٹ سسٹم اور کمپیوٹر سے متعارف کرایا جا رہا ہے۔نیز جدید لیبارٹری کے قیام کو بھی عملی جامہ پہنا کر اس امر کو یقینی بنایا جا رہا ہے کہ ڈی این اے سسٹم کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لایا جائے۔

(ii) تمام تھانہ جات اور دفاتر کو بذریعہ کمپیوٹر نظام منسلک کیا جا رہا ہے تاکہ معلومات تک فوری رسائی ہو سکے۔

(iii) ترقی یافتہ ممالک کی طرح پولیس افسران کے اخلاق میں بہتری پیدا کی جا رہی ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام درجات پر کورسز کروائے جا رہے ہیں نیز ترقی کے لئے مشروط تمام امتحانات میں اس کو ایک لازمی مضمون کا درجہ دیا گیا ہے۔

(iv) اس کے علاوہ پنجاب گورنمنٹ ایک سٹیٹ آف دی آرٹ فرانزک سائنس ایجنسی کا قیام میں عمل میں لا رہی ہے جس کی تعمیر کے لئے 20 کنال 18 مرلے اراضی موضع نیاز بیگ میں خریدی جا چکی ہے۔جس پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے اور اس سلسلے میں مختلف شعبہ ہائے میں ماہرین کی بھرتی کا کام بھی مکمل کر لیا گیا ہے۔ان ماہرین کو جدید طریقہ تفتیش سے روشناس کروانے کے لئے امریکہ میں تربیت کے لئے بھیجا جا رہا ہے جہاں سے یہ تربیت حاصل کرنے کے بعد اپنی ماہرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سنگین جرائم کی روک تھام کے لئے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لئے بہت معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔یہ ایجنسی اس سال کے آخر تک کام کرنا شروع کر دے گی۔

(ب)

(i) پولیس اور لوگوں کے درمیان اعتماد اور رابطے کو بڑھانے کے لئے کمیونٹی پولیسنگ پر توجہ دی جا رہی ہے مختلف کورسز کے ذریعے پولیس افسران کو ان کے اختیارات اور ذمہ داریاں لوگوں کے تعاون سر انجام دینے کے لئے ہر سطح پر اس کے لئے کام کیا جا رہا ہے۔

(ii) پولیس کے ہر درجہ کے افسر کے لئے کورسز پاس کرنا لازم ہیں تاکہ وہ اپنی جائے تعیناتی اور روزمرہ کی ڈیوٹی چھوڑ کر جدید طریق کار سے آگاہ ہو سکے۔ان DSP صاحبان کے لئے جو ترقی حاصل کر کے S.P بننا چاہتے ہیں جونیئر کمانڈ کورس کو متعارف کرا کے لازمی قرار دیا گیا تاکہ مندرجہ بالا تمام اقدامات سے روشناسی حاصل ہو سکے اسی طرح ہر درجہ کے افسر کو ترقی حاصل کرنے کے لئے لازمی کورس کرنا پڑتا ہے جس میں سے زیادہ توجہ جدید طریق کار اور تفتیشی علوم کو دی جا رہی ہے۔

تحصیل ٹیکسلا اور حسن ابدال میں اغواء برائے تاوان کے کیسز کی تفصیلات

*2248: جناب محمد شفیق خان: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل ٹیکسلا اور حسن ابدال واہ کینٹ میں 08۔2007 میں کتنے اغوا برائے تاوان کے کیس ہوئے، کتنے کیس رجسٹر کئے گئے اور کتنے مغوی بازیاب ہوئے، تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ب) مغوی بازیاب ہونے والے کیسوں میں پولیس کا رول کیا تھا جو مغوی بازیاب نہیں ہوئے اس سلسلہ میں متعلقہ پولیس اہلکاروں کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے، مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بارود سے بھرا ٹرک ٹیکسلا میں 15۔دسمبر 2008 کو ڈرائیور فدا حسین اور محافظ اقبال حسین سمیت ساڑھے چار لاکھ تاوان کی ادائیگی کے بعد بازیاب کرا لیا گیا؟

(د) اغوا برائے تاوان کی مذکورہ علاقہ میں روز بروز بڑھتی ہوئی وارداتوں کے سدباب کے لئے حکومت نے اب تک کیا اقدامات اٹھائے ہیں، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل حسن ابدال میں سال 08-2007 میں اغوا برائے تاوان کے کل دو مقدمات رجسٹر ہوئے سال 2007 میں مقدمہ نمبر 304 مورخہ 07-12-03 بجرم 365اے، ت پ تھانہ صدر حسن ابدال درج رجسٹر ہوا جس میں مغوی کو برآمد کر لیا گیا اور چھ کس ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا جبکہ سال 2008 میں مقدمہ نمبر 06 مورخہ 08-01-12 بجرم 324/353/

اے-365 ت پ، 13/20/65 AO 7ATA تھانہ صدر حسن ابدال درج رجسٹر ہوا مقدمہ ہذا میں پولیس کی بروقت کارروائی پر ملزمان تاوان وصول نہ کر سکے اور موقع پر پولیس مقابلے میں مارے گئے جبکہ مغوی کو برآمد کر لیا گیا۔

(ب) پولیس کی بروقت کارروائی پر ایک مقدمے میں ملزمان پولیس مقابلے میں مارے گئے اور مغوی برآمد کر لیا گیا جب کہ دوسرے مقدمے میں بھی مغوی کو برآمد کر لیا گیا اور ملزمان کو گرفتار کر کے چالان عدالت میں پیش کیا گیا۔

(ج) سوال ہذا کا تعلق ضلع ہذا سے نہ ہے۔

(د) اغوا برائے تاوان کی وارداتوں کی روک تھام کے لئے سرکل حسن ابدال کے تمام داخلی خارجی راستوں پر خصوصی پکٹ ہائے لگائی گئی ہیں۔جی ٹی روڈ کے تمام یوٹرن پر پولیس کی اضافی نفری تعیناتی کی گئی ہے مزید برآں چوبیس گھنٹے موبائل گشت، موٹر سائیکل گشت اور پیدل گشت کا مؤثر انتظام کیا گیا ہے۔SDPO اور افسر مہتمم تھانہ جات کو اغوا برائے تاوان کے سدباب کے لئے خصوصی ہدایات جاری کی گئی ہیں اور وہ اپنے اپنے حلقے میں شب و روز انسداد جرائم میں کوشاں ہیں۔

محکمہ پولیس کے سٹینو گرافرز کو اسسٹنٹ کیڈر میں سنیارٹی و پروموشن دینے کا مسئلہ

*2358: جناب وسیم قادر: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ پولیس میں سٹینو گرافر کو کسی کیڈر میں بھی سنیارٹی نہیں دی جا رہی، جو سٹینو گرافر بھرتی ہوتے ہیں وہ اسی سکیل اور کیڈر میں ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں؟

(ب) کیا حکومت پولیس کے سٹینو گرافر کو اسسٹنٹ کیڈر میں سنیارٹی دینے اور پروموشن دینے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اس سے پہلے بھی پنجاب پولیس کے سٹینو گرافرز نے کئی دفعہ اسی مقصد کے لئے کئی درخواستیں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب، ہوم ڈیپارٹمنٹ اور محکمہ پولیس میں دی ہیں جو کہ ضروری کارروائی کے بعد داخل دفتر کر دی گئی ہیں کیونکہ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے بمطابق لیٹر

نمبرPC-2006FD/18-14 مورخہ 20-09-2007 محکمہ پولیس کے مندرجہ ذیل کلیریکل کیڈر کی اسامیوں کو اپ گریڈ کر دیا ہے:۔

(i)	رجسٹرار (بی ایس 17)	ڈپٹی ڈائریکٹر (بی ایس 18)
(ii)	54 پوسٹیں آفس سپرنٹنڈنٹ (بی ایس 16)	اسسٹنٹ ڈائریکٹر (بی ایس 17)
(iii)	پرائیویٹ سیکرٹری (بی ایس 16)	اسسٹنٹ ڈائریکٹر (پرسانل) (بی ایس 17)
(iv)	54 پوسٹیں پی اے / سٹینو گرافر (بی ایس 15)	پرائیویٹ سیکرٹری (بی ایس 16)

چونکہ درج بالا پوسٹیں پنجاب پولیس کے رولز برائے بھرتی میں موجود نہیں تھیں لہذا اگلی ترقی کے لئے محکمہ پولیس کے ان رولز میں ضروری تبدیلیاں بھی لائی جا چکی ہیں۔تاہم اس سے پہلے سٹینو گرافرز (بی ایس 12) کو اگلے سکیلوں میں مرحلہ وار ترقیاں دی جاتی رہی ہیں جو اس طرح سے ہیں:۔

سٹینو گرافر (بی ایس 12)	سینئر سکیل سٹینو گرافر (بی ایس 15)
سینئر سکیل سٹینو گرافر (بی ایس 15)	پی اے (بی ایس 15)+ سپیشل پے
پی اے (بی ایس 15)+ سپیشل پے	پرائیویٹ سیکرٹری (بی ایس 16)

(ب) محکمہ پولیس کے سٹینو گرافرز پنجاب پولیس میں آفس سپرنٹنڈنٹس کی پوسٹوں میں اپنا کوٹا مانگتے ہیں جو کہ ناممکن ہے کیونکہ کلریکل کیڈر میں سپرنٹنڈنٹ (بی ایس 16) کی آخری پوسٹ ہے اسی طرح سٹینو گرافر (بی ایس 12) بھی اپنی آخری ترقی بطور پرائیویٹ سیکرٹری (بی ایس 16) میں پا لیتے ہیں۔لہذا ان کو آپس میں ضم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دونوں کیڈر کے کام کی نوعیت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔سٹینو گرافرز شارٹ ہینڈ میں ڈکٹیشن لے کر محض اسے ٹائپ کر دیتے ہیں جبکہ اسسٹنٹ اور آفس سپرنٹنڈنٹ فائل کو اچھی طرح سٹڈی کر کے رولز اور ریگولیشن کے مطابق مکمل کرتے ہیں۔

تحصیل چنیوٹ میں تھانوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2385: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

تحصیل چنیوٹ میں کتنے تھانے اور پولیس چوکیاں ہیں ان میں کتنی نفری ہے آیا یہ نفری مکمل ہے اور ضرورت کے مطابق ہے یا کم، ہر پولیس سٹیشن کے مطابق کمی کی نشان دہی کی جائے اور کیا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت کا کوئی پروگرام ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

تحصیل چنیوٹ میں 8 تھانے اور 4 پولیس چوکیاں ہیں ان میں منظور شدہ نفری کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ضلع ہذا میں نفری ضرورت سے کم ہے تحصیل چنیوٹ کو ضلع بنانے کا اعلان ہو چکا ہے لہذا نئے ضلع کی ضرورت کے مطابق پولیس نفری میں اضافہ کا قوی امکان ہے۔

تھانہ سٹی وصدر چنیوٹ میں ڈکیتی اور قتل کی وارداتوں کی تفصیلات

*2386: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

تھانہ سٹی چنیوٹ اور تھانہ صدر چنیوٹ کے علاقہ میں جنوری 2007 تا نومبر 2008 چوری ڈکیتی اور قتل کی کتنی وارداتیں ہوئیں ان میں کتنی مالیت کا سامان لوٹا گیا اور کتنے لوگ جاں بحق ہوئے، کتنے واقعات کے مطابق مقدمات درج ہوئے، کتنے ملزمان پکڑے گئے اور انہیں کیا کیا سزائیں ہوئیں کتنے گینگ گرفتار ہوئے نیز تحصیل چنیوٹ میں جوئے اور نشے کے کتنے اڈے ہیں اور ان کی روک تھام کے لئے کیا کوششیں ہو رہی ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(i) تھانہ صدر چنیوٹ اور سٹی چنیوٹ کے علاقہ میں جنوری 2007 تا نومبر 2008 تک قتل کے کل 74 مقدمات درج ہوئے۔ 74 اشخاص جاں بحق ہوئے (جن میں سابقہ دشمنی کے 16، تنازع اراضی کے 6، دوران واردات 4، مذہبی قتل 1، بدچلنی کے 12، تنازع رشتہ 6، تنازع پانی 1 اور عام لڑائی جھگڑے کے 28 اشخاص قتل ہوئے) اور 151 ملزمان گرفتار ہوئے۔

(ii) ڈکیتی کے 44 مقدمات درج ہوئے-140 ملزمان گرفتار ہوئے اور ڈکیتی کے مقدمات میں کل 1655265 روپے کا مال لوٹا گیا اور 1316960 روپے کا مال برآمد ہوا۔

(iii) چوری کے کل 423 مقدمات درج ہوئے، 606 ملزمان گرفتار ہوئے، چوری کے مقدمات میں کل 13946050 روپے کا مال چوری ہوا اور 8596155 روپے کا مال برآمد ہوا۔

(iv) کے مقدمات میں 3 کو سزائے موت مع 1/1 لاکھ روپے جرمانہ ہوا ڈکیتی کے مقدمات میں ایک ملزم کو 3 سال قید مع /15000 روپے جرمانہ اور ایک کو /400 روپے جرمانہ ہوا۔ چوری کے مقدمات میں ایک ملزم کو 3 ماہ قید اور ایک کو 200 روپے جرمانہ ہوا اور 3 کو 500/500 روپے جرمانہ ہوا۔

(v) کل 14 گینگ گرفتار ہوئے جن میں 56 ملزمان گرفتار کئے گئے اور ان کے خلاف 76 مقدمات درج ہوئے اور جن سے 6966820/روپے کا مال برآمد کیا گیا۔

(vi) تحصیل چنیوٹ میں کوئی جوا اور نشہ کا اڈا نہ ہے جو کوئی غیر قانونی کام کرتا ہے تو فوری قانونی کارروائی کر کے ان کے خلاف مقدمات درج کر کے چالان عدالت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(vii) تھانہ سٹی چنیوٹ اور صدر چنیوٹ میں 678 مجرمان اشتہاری گرفتار ہوئے (جن میں سے جاوید عرف جیدو، جس کے سر کی قیمت 10 لاکھ مقرر تھی بھی گرفتار ہوا) اور جبکہ 7 کس مجرمان اشتہاری سنگین مقدمات میں ملوث تھے پولیس مقابلہ میں مارے گئے ہیں۔ جن کے نام 1۔ ظفر عرف بھوری، 2۔ فیصل عرف فیصلی، 3۔ حافظ جاوید جپہ 4۔ نور محمد عرف نوری 5۔ جاوید ولد دلمیر 6۔ مرتضیٰ 7۔ جعفر ہیں۔

قصور کے تھانہ صدر رائیونڈ کو کوٹ رادھا کشن شہر میں منتقلی کا مسئلہ

*2438: ملک اختر حسین نول: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تھانہ صدر رائیونڈ کوٹ رادھا کشن شہر سے تقریباً تین کلو میٹر پر ہے۔ تھانہ صدر رائیونڈ ضلع قصور میں سب سے بڑا تھانہ ہے جو گیارہ یونین کونسلوں پر مشتمل ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جس حدود میں تھانہ صدر رائیونڈ واقع ہے وہ تھانہ کی آخری یونین کونسل ہے باقی تمام تھانہ کا حلقہ کوٹ رادھا کشن شہر سے دوسری طرف ہے جس کی وجہ سے تھانہ کے پورے علاقہ کے لوگوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ تھانہ کے راستہ میں لاہور سے کراچی کی مین ریلوے لائن گزرتی ہے اکثر پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے حلقہ کے لوگوں کو تھانہ میں پہنچنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ تھانہ بھائی پھیرو روڈ جو کہ لوکل روڈ پر واقع ہے حلقہ اور شہر سے غریب لوگوں کو اکثر پیدل چل کر تقریباً تین کلو میٹر سفر طے کرنا پڑتا ہے؟

(د) کیا حکومت علاقہ کے عوام کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے تھانہ صدر رائیونڈ کو کوٹ رادھا کشن شہر کی دوسری طرف موضع ہندال یا کلارک آباد نہر پر منتقل کرنے کو تیار ہے، وہاں تھانہ صدر رائیونڈ سی آئی اے کی بلڈنگ کے ساتھ تھانہ صدر رائیونڈ کی جگہ پہلے ہی موجود ہے جو کرایہ مبلغ بارہ ہزار روپے دیا جا رہا ہے وہ بھی نہ دیا جائے اور اس سے حلقہ کے عوام کی مشکلات بھی دور ہو جائیں گی، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ تھانہ صدر رائیونڈ، کوٹ رادھا کشن شہر سے تین کلو میٹر پر ہے۔تھانہ صدر رائیونڈ ضلع قصور کا سب سے بڑا تھانہ جو گیارہ یونین کونسلوں پر مشتمل ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ جس حدود میں تھانہ صدر رائے ونڈ واقع ہے وہ تھانہ کی آخری یونین کونسل ہے باقی تمام تھانہ کا حلقہ کوٹ رادھا کشن شہر سے دوسری طرف ہے جس کی وجہ سے تھانہ کے پورے علاقہ کے لوگوں کو تھانہ میں آنے جانے کے لئے شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

(ج) یہ بھی درست ہے کہ تھانہ کے راستے میں لاہور سے کراچی کی مین ریلوے لائن گزرتی ہے اکثر پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے حلقہ کے لوگوں کو تھانہ میں پہنچنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ تھانہ بھائی پھیرو روڈ جو کہ لوکل روڈ پر واقع ہے حلقہ اور شہر سے غریب لوگوں کو اکثر پیدل چل کر تقریباً تین کلو میٹر سفر طے کرنا پڑتا ہے مزید کہ جب کسی وقوعہ کے سرزد ہونے کی اطلاع ملتی ہے تو ریلوے پھاٹک کے بند ہونے کی وجہ سے وقوعہ پر پہنچنے میں بہت زیادہ دشواری پیش آتی ہے۔

(د) تھانہ کی موجودہ بلڈنگ ایک پرائیویٹ بلڈنگ ہے جو مالک بلڈنگ کو ہر ماہ چھ ہزار روپے کرایہ دینا پڑتا ہے۔مزید گزارش ہے کہ تھانہ صدر رائیونڈ کی ملکیتی اراضی 12 کنال کلارک آباد کے قریب آدھا کلو میٹر نزدیک نہر موجود ہے۔جہاں پر سی آئی اے کی بلڈنگ بھی موجود ہے۔مزید تحریر ہے کہ درج بالا اراضی پر تھانہ کی بلڈنگ تعمیر کرنے کے لئے rough cost estimate تیار کر کے برائے منظوری جناب آئی جی صاحب پنجاب کو بھجوایا جا چکا ہے۔

محکمہ پولیس میں اقلیتوں کے لئے بھرتی کا کوٹا

*2482: محترمہ جوئیس روفن جولیس: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

الف) کیا یہ درست ہے کہ سابقہ دور میں اقلیتوں کے لئے پولیس میں بھرتی کے لئے کوٹا مقرر ہوا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پولیس میں بھرتی کرتے وقت موجودہ حکومت نے مذکورہ پالیسی کا کوئی خیال نہیں رکھا اور منیارٹی کو ان کے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اقلیتوں کے حقوق کی خاطر سابقہ دور حکومت میں بنائی گئی پالیسی اور پولیس بھرتی کوٹا مختص کرنے کو تیار ہے، ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سابقہ دور میں اقلیتوں کی بھرتی کے لئے پولیس میں کوئی تخصیص نہ تھی تمام اقلیتوں کو بھرتی کے لئے مساوی حقوق حاصل تھے۔

(ب) سابقہ دور میں پولیس میں بھرتی کے لئے اقلیتوں کے لئے کوئی تخصیص نہ تھی موجودہ حکومت نے بھرتی کرتے وقت اقلیتوں کے حقوق کا خیال رکھا پنجاب پولیس میں کافی تعداد میں اقلیتی نمائندگان میرٹ پر بھرتی ہوئے ہیں۔

(ج) چونکہ محکمہ پولیس میں بھرتی کے لئے میرٹ پر اقلیتوں کے لئے کوئی تخصیص نہ ہے جنرل ریکروٹمنٹ میں ہر ایک کو بھرتی ہونے کا مکمل برابر موقع فراہم کیا جاتا ہے اور کوئی تخصیص روا نہیں رکھی جاتی۔یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ گورنمنٹ آف پنجاب ہوم ڈیپارٹمنٹ نے (بحوالہ چٹھی نمبری E&A (HD)9-5/2009 مورخہ 09-06-2009) 5فیصد کوٹا مختلف محکموں میں بھرتی کے لئے اقلیتوں کے لئے مختص کر دیا ہے جس پر عملدرآمد کیا جائے گا (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔)

لاہور پولیس کے پٹرول کی مد میں اخراجات

*2510: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور پولیس نے تین ماہ میں مقررہ حد سے ایک کروڑ 34لاکھ کا زائد پٹرول استعمال کر لیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور پولیس کے پاس پٹرول کی مد میں صرف دو ماہ کا بجٹ باقی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اگلے مالی سال میں ابھی سات ماہ باقی ہیں اگر لاہور پولیس کو پٹرول کی مد میں مزید گرانٹ نہ ملی تو پولیس کی تمام ٹرانسپورٹ بند ہو جائے گی؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور پولیس پٹرول کی مد میں رکھی جانے والی رقم اور اس کے خرچ کا باقاعدہ حساب رکھتی ہے؟

(ہ) لاہور پولیس نے سال 2007-08 کے دوران کتنا پٹرول استعمال کیا؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور پولیس پٹرول کے غلط استعمال پر اپنے اہلکاروں کے خلاف انضباطی کارروائی بھی عمل میں لاتی ہے؟

(ز) سال 2006-07 کے دوران لاہور پولیس میں پٹرول کے غلط استعمال پر کتنے اہلکاروں کے خلاف انضباطی کارروائی کی گئی، مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حسب رپورٹ اکاؤنٹنٹ جناب سی سی پی او صاحب لاہور و سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس آپریشنز لاہور مفصل رپورٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام تر خرچ شدہ پٹرول کے واجبات ماہ فروری 2009 تک ادا ہو چکے ہیں جب کہ آئندہ خرچ کے لئے مزید فنڈز درکار ہیں کیونکہ موجودہ بیلنس /Rs.10,68,179 آئندہ ضرورت کے لئے ناکافی ہے۔

(ج) مالی سال 2008-09 کے اختتام میں سات کی بجائے چار ماہ باقی ہیں جبکہ ماہ فروری 2009 تک کے پٹرول کے واجبات بے باک ہونے پر صرف /Rs.10,68,179 کا بجٹ موجود ہے مزید گرانٹ کے لئے آئی جی پنجاب صاحب کو بذریعہ خط تحرک کیا جا چکا ہے۔امید ہے کہ ضلع لاہور کی ضرورت کے مطابق مطلوبہ فنڈز مل جائیں گے اور ٹرانسپورٹ کے بند ہونے کی صورت پیدا نہ ہوگی۔

(د) جی ہاں، پٹرول (ایندھن) کے لئے مختص رقم کا نہ صرف باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے بلکہ دیگر متعلقہ دفاتر سے بھی باقاعدہ ٹیمیں آڈٹ (پڑتال) کے لئے آتی ہیں۔

(ہ) لاہور پولیس میں مالی سال 2007-08 میں پٹرول کی مد میں رقم مبلغ 25,67,79,085 روپے کا خرچ کیا گیا ہے۔

(و) اگر کوئی اہلکار پٹرول میں خورد برد کرے تو اس کے خلاف انکوائری عمل میں لائی جاتی ہے اگر دوران انکوائری قصوروار پایا جائے تو اس کے خلاف محکمانہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ز) 2007-08 کے دوران کسی اہلکار کے خلاف پٹرول کے خورد برد کی انکوائری نہ ہوئی ہے۔

خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لئے قوانین کی تفصیلات

*2521: محترمہ عارفہ خالد پرویز: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) خواتین پر تشدد کی اقسام کیا ہیں یا کس قسم کے تشدد پر پرچہ جات درج ہو سکتے ہیں تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لئے قوانین موجود ہیں اگر ہیں تو کیا ہیں اوران کے نتیجے میں کیا کیا سزائیں دی جاسکتی ہیں مکمل تفصیل سے آگاہ فرمایا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ خواتین کو تشدد و زیادتی سے محفوظ رکھنے کے لئے لٹریچر، آگاہی پروگرام یا کوئی ورکشاپ منعقد کی جاتی ہے، اگر نہیں تو کیوں اگر ہاں تو اس حوالے سے مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) خواتین پر تشدد کی اقسام-

1- گھریلو تنازعات

الف- قتل

ب- مار پیٹ

2- غیرت کے نام پر قتل

الف- خواتین پر تیزاب پھینکنا

ب- چولہا پھٹنا

ج- ونی

3- جنسی تشدد

الف- زناً

ب- اجتماعی زیادتی

ج- زیر حراست زناً

4- ملازمت پیشہ خواتین کو حراساں کرنا-

الف- جسمانی فعل اگر عورت کی عفت میں خلل ڈالنے کے مترادف ہو تو جرم 354 ت پ بنتا ہے-

ب- جنسی البتہ متعلقہ محکمہ کا سربراہ ایسی شکایت ملنے پر

ج- نفسیاتی صورت میں محکمانہ کارروائی عمل میں لا سکتا ہے-

(ب) خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے "تحفظ خواتین ایکٹ مجریہ 2006 موجود ہے-جس کی دفعات کو اب تعزیرات پاکستان حصہ بنا دیا گیا ہے یہ تعزیری قوانین خواتین کے اغواء، شادی پر مجبور کرنا، غیر فطری فعل اور حرام کاری کے لئے خرید و فروخت سے متعلق ہیں-

دفعہ 375 اور 376 ت پ جن کے تحت جو کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زبردستی جماع کرے-اسے سزائے موت یا سزائے قید جو دس سال سے کم اور پچیس سال سے زیادہ نہ ہو دی جا سکتی ہے-مزید اس کے ساتھ جرمانے کی سزا بھی دی جا سکے گی-جرم قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت ہے-

493اے، ت پ کے تحت جو شخص فریب سے نکاح کا یقین دلا کر کسی عورت سے ہم بستری کرے گا تو اسے بھی پچیس سال تک سزائے قید سخت اور جرمانہ کی سزا دی جا سکے گی-یہ جرم بھی قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت ہے-

دفعہ 496اے کے تحت کسی عورت کو نیت مجرمانہ سے ورغلا کر یا نکال کر لے جانا بھی جرم گردانا گیا-جس کی سزا سات سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کی سزا کا بھی مستوجب ہو گا-جرم قابل دست اندازی پولیس ناقابل ضمانت ہے-

تعزیرات پاکستان میں نئی دفعہ 496بی کا اضافہ کیا گیا ہے جس کے تحت غیر منکوحہ مرد وزن کا مرضی سے ہم بستری کرنا قابل سزا ٹھہرایا گیا ہے اس کی سزا پانچ سال تک قید اور دس ہزار روپے تک جرمانہ ہو سکے گا-

(ج) اس سلسلہ میں غیر سرکاری فلاحی تنظیمیں خواتین پر تشدد و زیادتی سے محفوظ رکھنے کے لئے لٹریچر اور آگاہی پروگرام اور ورکشاپس منعقد کرواتی رہتی ہیں-

تھانہ سبزہ زار لاہور 2008 میں ڈکیتی، زناء اور چوری کے مقدمات کی تفصیلات

*2547: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تھانہ سبزہ زار لاہور میں یکم جنوری 2008 سے آج تک ڈکیتی، زناء بالجبر، چوری، قتل ودیگر کس کس جرائم کی ایف آئی آرز درج ہوئیں؟

(ب) ان میں سے کتنی ایف آئی آرز جھوٹی ثابت ہوئیں؟

(ج) اس تھانہ کے کتنے مجرم ابھی تک مفرور ہیں، مفرور ملزمان کے نام، ولدیت اور پتاجات نیز یہ کس کس مقدمہ میں مطلوب ہیں؟

(د) کتنے قتل کے مقدمات کے مجرمان مفرور ہیں مفرور ملزمان کو گرفتار نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) کیا حکومت نے کسی قتل کی واردات پر اس تھانہ کے انچارج یا دیگر کسی ملازم کے خلاف کوئی محکمانہ ایکشن لیا تھا تو ان ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ بتائیں؟

(و) اس تھانہ کے انچارج کے خلاف رشوت، اقرباء پروری اور دیگر کس کس قسم کی شکایات آج تک موصول ہوئی ہیں؟

(ز) اس کے خلاف آج تک کتنی اور کس کس قسم کی شکایات درست ثابت ہوئی ہیں؟

(ح) آج تک اس کو کس کس بناء پر کیا کیا سزاء ہوئی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سبزہ زار میں یکم جنوری 2008 سے آج تک ڈکیتی کے 105 مقدمات، زنا بالجبر 5، چوری 244، قتل 9 دیگر مختلف جرائم کے 997 درج رجسٹر ہوئے۔

(ب) ان مقدمات میں سے 81 مقدمات جھوٹے ثابت ہوئے۔

(ج) مفرور ملزمان کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) قتل کے 16 ملزمان روپوش ہیں جن کی گرفتاری کے لئے ہر ممکن کوشش جاری ہے۔

(ہ) قتل کی واردات کے خلاف تھانہ کے انچارج کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا گیا ہے۔

(و) SHO کے خلاف illegal detention کی درخواست موصول ہوئی جس کی انکوائری کی جا رہی ہے۔

(ز) کوئی شکایت سچ ثابت نہ ہوئی ہے۔

(ح) کسی بنا پر کوئی سزا نہ ملی ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!۔۔۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ پہلے راناصاحب اس کے بعد چنیوٹی صاحب؟

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے دو اہم سوال منشیات فروشی کے بارے میں تھے اور میری درخواست ہے کہ سوال نمبر 2212 اور 2222 کو pending کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم راناصاحب سے گزارش کروں گا کہ کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا impact پورے پنجاب پر ہوتا ہے اور ان سوالات کو واقعی ایوان میں discuss ہونا چاہئے اور کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا impact صرف میرے حلقے تک یا میرے شہر تک ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان سوالوں کا جواب اگر متعلقہ ممبر کو مل جائے اور اس جواب میں سے وہ یہ سمجھیں کہ کوئی چیز further سامنے لانے والی ہے تو اس کے لئے دوسرے راستے بھی ہیں جیسے Motion adjournment یا Resolution ہے تو اس پر جو کمیٹی rules amend کر رہی ہے اور وہ بھی غور کر رہی ہے کہ اگر سوالوں کو ہم اس طرح bifurcate کر دیں کہ جن کا impact پورے پنجاب پر ہے وہ ہاؤس میں discuss ہوں اور باقی کا جواب متعلقہ ممبر کو گھر پر بھیج دیا جائے اور اگر اس کے بعد وہ محسوس کرے تو اس کو ایوان میں لایا جائے تو یہ رانا افضل صاحب کے سوالات میں ان کا تفصیلی جواب موجود ہے اور میں نے کل اس کو دیکھا ہے۔ اگر راناصاحب کسی ایسے مسئلہ کی نشاندہی کریں گے جس کا ایوان میں لا کر discuss کرنا ضروری ہے یا متعلقہ پولیس کو direction دینا ضروری ہے تو میں ان کے ساتھ بیٹھ کر اس معاملہ کو resolve کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راناصاحب! مناسب بات ہے۔ اس میں آپ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں اور سوال کا جواب آ چکا ہے اور اس میں تمام ممبران جن کے سوالات ہیں وہ ہر کوئی کہے گا کہ pending کر دیا جائے تو آپ ان سے مل لیں اور اگر آپ کوئی مسئلہ سمجھتے ہیں تو آپ ان سے بات کر لیں۔ باقی ممبران سے میری گزارش ہے کہ جب ایک ممبر بات کر رہا ہو تو باقی تشریف رکھیں، سب کو میں floor دوں گا۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! جیسے راناصاحب نے کہا کہ کچھ سوال بڑے اہم ہوتے ہیں تو جن کا impact پورے پنجاب پر ہوتا ہے تو یہ ایک typical سوال میں نے اس لئے دیا تھا کہ میرے حلقہ کے منشیات کے مقدمات کتنے درج ہوئے ہیں اور کتنے چالان ہوئے؟ اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ پورے

پنجاب کے حالات پر اس معزز ایوان میں ایک بڑی سیر حاصل بحث ہونی چاہئے اور اس لئے میں نے درخواست کی ہے کہ اس کو pending کر دیں اور میرا دوسرا سوال ہے وہ پچھلے سال دسمبر میں دیا تھا اور اس کا جواب نہیں آیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ pending ہونا چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جن کا جواب نہیں آتا وہ automatically pending ہو جاتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

3-نومبر 2007 کو ملک میں لگنے والی ایمرجنسی کے خلاف جدوجہد کرنے والی پارٹیوں کے قائدین اور ورکروں کو خراج تحسین کا پیش کیا جانا

پارلیمانی سیکرٹری (چودھری شوکت محمود بسراء، ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بسراء صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری (چودھری شوکت محمود بسراء، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! 3-نومبر کو ایک ڈکٹیٹر نے ملک کا جمہوری نظام معطل کر کے یہاں پر ایمرجنسی کا نفاذ کیا تھا اور آج کے دن میں خاص طور پر ان تمام سیاسی پارٹیوں اور ان ورکروں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے جدوجہد کر کے اپنی جان کی بازی لگا کر اس ڈکٹیٹر کا سامنا کیا اس کے بعد میں خاص طور پر سول سوسائٹی اور میڈیا کو جو جمہوری جماعتوں کے شانہ بشانہ چلتے رہے اور اگر میں یہاں پر وکلاء برادری کا ذکر نہ کروں تو جناب سپیکر یہ زیادتی ہو گی اور آپ سے زیادہ ان کو کون سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ مشکل گھڑی کا وقت آیا تھا تو پوری کمیونٹی، پوری سول سوسائٹی، میڈیا اور غرض یہ کہ تمام ستونوں نے مل کر جدوجہد کی اور ڈکٹیٹر کو چلتا کیا۔ اگر اس موقع پر میں یہ ذکر نہ کروں کہ وہ لوگ بھی آج اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے اس ڈکٹیٹر کو وردی میں دس دس سال منتخب کروانے کے لئے یہاں پر قرار دادیں پاس کیں۔ میں جو سب سے اہم بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی بڑی قربانیاں دے کر اس جمہوریت کو واپس لے کر آئی ہیں۔ خاص طور پر پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد شہید محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے اپنی جان کی قربانی دے کر جمہوریت بحال کروائی۔ میں یہاں پر محترم میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف جن کو زبردستی جلاوطن کیا گیا وہ بھی قربانیاں دے کر اس نظام کو واپس لے کر آئے ہیں۔ اب ہمیں ان لوگوں کو پہچاننا ہو گا جو دودھ پینے والے مجنوں ہیں۔

تمام پارٹیوں کو اس بات کا عہد کرنا ہوگا کیونکہ آج کا دن بہت اہم ہے ابھی بھی وہی لوگ اٹھ رہے ہیں۔ میں یہاں کل اسمبلی میں دیکھ رہا تھا کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے ضمیر کا سودا کیا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری (چودھری شوکت محمود بسراء، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج 3-نومبر کی جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم تمام سیاسی جماعتوں کو خاص طور پر پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی کو اس بات کا عہد کرنا ہوگا کہ حالات جیسے بھی ہوں، جس طرح کے بھی ہوں ہم نے پانچ سال جمہوریت چلانی ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! 3-نومبر کا جو دن ہے۔ (قطع کلامیاں)

MR DEPUTY SPEAKER: Order please. No cross talk.

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! 3-نومبر کا جو دن ہے یہ یقیناً یوم سیاہ ہے اور اس کی جو gravity اس ملک پر ہے یہ صرف ایسا نہیں ہے کہ ایک دو دوست پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر لیں۔ میری اس سلسلے میں سینئر منسٹر صاحب سے بھی بات ہوئی ہے، ہم اس کے اوپر باقاعدہ آج ایک Resolution لا رہے ہیں۔ اس کے حق میں یا مخالفت میں جو صاحب بات کرنا چاہیں کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مناسب بات ہے جس وقت Resolution آئے گی تو اس پر بات ہو جائے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! آپ ruling دے دیں کہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ اس پر stricto senso جائیں تو پھر یہاں پر آدھے ممبران بات ہی نہ کر سکیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ایک ہوتا ہے تقریر کرنا، ایوان کو جلسہ گاہ بنانا۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس کو جلسہ گاہ نہ بنائیں، اس کو اسمبلی ہی رہنے دیں۔ آپ سے یہی میری گزارش ہے کہ as a custodian of the House جب کوئی ایسی بات ہو تو مہربانی کر کے روک دیا کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ سینئر منسٹر صاحب!

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی جمہوریت کے لئے جو خدمات ہیں اور جس طرح میرے بھائی نے کہا کہ ہماری قائد محترمہ

بے نظیر بھٹو شہید نے اپنی جان کی بھی قربانی دے دی۔اسی طرح سے کل یہاں پر ایک بڑا issue اٹھایا گیا تھا اس بارے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت جو ملک میں جمہورت قائم ہے اس میں پاکستان پیپلز پارٹی نے بہت بڑی قربانی دی ہے۔اس کے بعد میاں نواز شریف صاحب کی واپسی، محترمہ بے نظیر صاحبہ کی واپسی، بہت سے معاملات اور یہ اسمبلیاں اور پرویز مشرف کو نکالنا، یہ وہ تمام مرحلے تھے جو پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کی قیادت نے طے کئے۔آج جو جمہوریت ہے، آج جو اس ملک سے آمریت ختم ہو چکی ہے اس کا credit ان جماعتوں کو جاتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں یہاں پر یہ وضاحت بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جناب آصف علی زرداری جو ہمارے شریک چیئرمین ہیں اور صدر پاکستان بھی ہیں انہوں نے 9 سال تک پاکستان کی کوئی ایسی عدالت نہیں جس میں اپنے مقدموں کو face نہ کیا ہو۔ کسی بھی مقدمے میں انہیں سزا نہیں ہوئی۔میں اپنی قیادت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے دوسری سیاسی جماعتوں کے جب اعتراض آئے، NRO کا ہمیں کوئی شوق نہیں تھا۔اس کا فائدہ بھی سب نے اٹھایا اور عدالت نے کہا کہ اس کو اسمبلی میں لے کر جائیں اور جب ہم نے اس کو اسمبلی میں لے کر جانا چاہا تو اس پر سیاسی جماعتوں نے اعتراض کیا۔چونکہ ہم جمہوری لوگ ہیں ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ NRO کو اسمبلی میں نہیں لے کر جائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں یہاں پر یہ وضاحت بھی ضرور کر دوں کہ اس NRO کا جناب آصف علی زرداری پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔انہوں نے 9 سال پہلے ہی عدالتوں کو face کیا ہے اور ہم اب بھی عدالتوں کو face کرنے کے لئے تیار ہیں اور جن لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے ہم بہت جلد اس کی لسٹ شائع کر رہے ہیں۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان پیپلز پارٹی کو اس ملک میں جمہوریت قائم رکھنے کے لئے جو بھی قربانی دینا پڑی اس سے گریز نہیں کرے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب نے جو بات کی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ ہم سب اس بات پر متفق ہیں اور کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ جمہوریت کے لئے محترمہ بے نظیر بھٹو نے جو قربانیاں دی ہیں آج کی اس جمہوریت میں جہاں پر باقی تمام قائدین میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف کی جدوجہد کا عمل دخل ہے وہاں پر محترمہ بے نظیر بھٹو کی قربانی بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔یقیناً جو راجہ صاحب نے بات کی ہے ان کے coalition partners نے اور دوسری سیاسی جماعتوں نے جب ایک چیز کو ناپسند کیا تو انہوں نے ان کی رائے کا

احترام کرتے ہوئے NRO کو پارلیمنٹ میں نہ لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم اس فیصلے کو appreciate کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)
میں اس کے متعلق زیادہ نہیں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ آمریت اور جمہوریت میں یہی ایک فرق ہے۔ اسی فرق کو حاصل کرنے کے لئے ہم نے قربانیاں دی ہیں، اسی فرق کو حاصل کرنے کے لئے سیاسی کارکنوں نے 8 سالہ سیاہ دور میں جب لوگ یہاں پر بنچوں کے اوپر کھڑے ہو کر ناچتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم دس مرتبہ ایک آمر کو منتخب کروائیں گے۔(شیم، شیم)
جناب سپیکر! یہی وہ فرق ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہم سب نے قربانیاں دی ہیں۔ آج democracy نے function کیا ہے۔ یہی جمہوریت کا حسن ہے اور یہی جمہوریت کا فائدہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جب یہ democratic system work کرے گا تو تمام وہ چیزیں جنہیں ہم بدنما داغ کہتے ہیں، جنہیں ہم آمریت کی باقیات کہتے ہیں، یہ سب صاف ہو جائیں گی۔ یہ کہیں پر نظر بھی نہیں آئیں گی، اس ملک کا چہرہ نکھرے گا اور good governance، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ میرے لیڈر سے، کسی اور کی قیادت سے آئے گی؟ یہ democracy جب function کرے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس ملک میں good governance بھی آئے گی۔ شکریہ
جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے لغاری صاحب بات کریں گے اس کے بعد میں باری باری سب کو floor دوں گا۔
جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ایک تو میری گزارش یہ تھی کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی بات پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتی تھی۔ آپ نے ان کو تقریر کرنے کے لئے موقع دیا۔ اگر تقریروں کے لئے موقع دینا ہے تو اس کے لئے floor کو open کر دیں تاکہ ہر کوئی اس پر تقریر کرے۔ دوسری بات میں آپ کے توسط سے قوم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ پھر سے یہ coalition partners آپس میں بھائی بھائی بن گئے ہیں۔ جمہوریت کی یہ بات کر رہے ہیں، جمہوریت کے تحت تو اس کو پارلیمنٹ میں آنا چاہئے تھا۔ جس جمہوریت کی یہ بات کر رہے ہیں اس کے تحت تو قومی اسمبلی کے floor پر یہ بات discuss ہونی چاہئے تھی۔ قومی اسمبلی پر اعتماد نہ show کر کے، ہمارا قومی اسمبلی پر confidence نہیں ہے کہ قومی اسمبلی میں پتا نہیں کیا فیصلہ آ جائے۔ اس لئے اس کو قومی اسمبلی سے withdraw کر لیا ہے۔(شیم، شیم)

جناب سپیکر! بڑی بڑی باتیں کرنا بہت آسان ہے۔ میں بار بار یاد کروا رہا ہوں۔ جس معزز دوست نے بھی دیکھنا ہو وہ پنجاب اسمبلی کی لائبریری میں دیکھ سکتا ہے۔ ایسی اسمبلی کی پچاس سالہ تقریبات تھیں اس کا ایک pictorial issue ہوا تھا۔ اس میں آپ والے podium کے اوپر ہی آکر، شیروانی میں تھا یونیفارم میں نہیں تھا لیکن جنرل ضیاء الحق ایک ڈکٹیٹر جو کہ یہیں پر لا کر بٹھایا گیا تھا۔ (شیم، شیم)

جناب سپیکر! اسی اسمبلی کے جو سپیکر تھے اور اسی وقت کے کافی سارے لوگ اسی جمہوری سسٹم کے اندر بہت اونچے اونچے عہدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں جو اس وقت جنرل ضیاء الحق کے ساتھ چلا کرتے تھے۔ مہربانی کرکے یہ finger pointing جو ہے اس کو اب ہم بند کر دیں۔ مہربانی کرکے آگے چلیں۔ ماضی کے اندر دیکھتے رہیں گے تو ماضی میں ہی پھنسے رہیں گے۔ آگے نئی منزلوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں اس کو achieve کریں گے۔ جب ہم گاڑی چلاتے ہیں تو ہمارے آگے ایک بڑی wind shield ہوتی ہے جس سے آگے نظر آ رہا ہوتا ہے اور ایک rear view mirror ہوتا ہے تو وہ پیچھے کا حصہ دکھا رہا ہوتا ہے اور اگر ہم اسی rear view mirror کی طرف دیکھتے رہیں گے تو یہ گاڑی کہیں نہیں جائے گی۔ کہیں اس کا accident ہو جائے گا۔ آپ سے یہ گزارش ہے کہ ایسی چیزوں کے لئے floor نہ دیا کریں باقی اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ دیں گے نہیں دیں گے لیکن ان چیزوں کے لئے floor دینا اور اسمبلی کو جلسہ گاہ بنا دینا مناسب نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اور جیسے لاء منسٹر صاحب نے بھی بات کی ہے کہ ابھی قرارداد آ رہی ہے اس وقت اس کے حق اور مخالفت میں بات کر لی جائے۔ میری تمام ممبران سے گزارش ہے کہ ابھی تشریف رکھیں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 52 جناب وسیم افضل گوندل صاحب کی طرف سے ہے۔ گوندل صاحب موجود نہیں ہیں اور وہ کل بھی نہیں آئے تھے لہذا یہ تحریک استحقاق dispose of کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! یہ آپ ہی کی تحریک التوائے کار ہے۔آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں اپنی تحریک التوائے کار پیش کرنے سے پہلے ایک انتہائی important بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! میری عرض سن لیں۔میں تحاریک التوائے کار کے لئے آدھ گھنٹہ announce کر چکا ہوں۔لہذا آپ اس کے بعد بات کر لیجئے گا۔اب تحریک التوائے کار نمبر 626/09 شیخ علاؤالدین صاحب!

محکمہ تعلیم کے زیر نگرانی اکثر کالجوں کے 2009 میں بی اے/بی ایس سی کے امتحانی نتائج صفر ہونے کی وجہ سے طالب علموں کو پریشانی کا سامنا

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ ایک انتہائی اہم معاملہ جس سے موجودہ اور بعد میں آنے والی نسلوں اور ملک کا مستقبل منسلک ہے کو پیش کرنے سے پہلے میں معزز ارکان کے سامنے تحریک التوائے کار نمبر 627/2008 جو اسمبلی کے ریکارڈ کا حصہ ہے پر توجہ چاہتا ہوں۔جس کے تحت میں نے معزز ایوان کی توجہ 2008 کے بی اے/بی ایس سی کے ان کالجوں کی طرف کرائی تھی جن کا رزلٹ صفر فیصد آیا تھا۔محکمہ تعلیم کی طرف سے جو جواب معزز ایوان میں پیش کیا گیا وہ بھی ریکارڈ پر موجود ہے جس میں یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ طلبہ کی بہتری کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں گے لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ 2009 کے بی اے/بی ایس سی کا رزلٹ 2008 سے بھی بدتر آیا ہے جو مختصراً کچھ اس طرح ہے گورنمنٹ کالج چکوال zero percent، گورنمنٹ کالج پھولنگر zero percent گورنمنٹ کالج فار ویمن سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ zero percent گورنمنٹ کالج چک 170-JB جھنگ zero percent، گورنمنٹ کالج فار ویمن دینہ جہلم zero percent، گورنمنٹ کالج پی ایس ٹی کمالیہ zero percent،

گورنمنٹ ڈگری کالج پھالیہ منڈی بہاؤالدین zero percent، گورنمنٹ کالج شکر گڑھ zero percent، گورنمنٹ کالج شیخوپورہ zero percent، گورنمنٹ کالج سائنس وحدت روڈ لاہور zero percent، گورنمنٹ ڈگری کالج پتوکی zero percent، گورنمنٹ علامہ اقبال کالج سیالکوٹ zero percent، گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر چنیوٹ 7.6 فیصد، گورنمنٹ سائنس کالج فرید آباد ٹوبہ ٹیک سنگھ 8.57 فیصد، گورنمنٹ کالج کامونکے 5 فیصد، گورنمنٹ ڈگری کالج رائیونڈ لاہور 4 فیصد، گورنمنٹ ایم اے او کالج لاہور 8.75 فیصد، البیرونی گورنمنٹ کالج پنڈ دادن خان 7.69 فیصد، گورنمنٹ علامہ اقبال کالج فار ویمن 9.52 فیصد گورنمنٹ شالیمار کالج باغبانپورہ لاہور 8 فیصد، گورنمنٹ کالج گوجرہ 7.19 فیصد پچھلے سال میں نے معزز ارکان کے سامنے جو تحریک التواء پیش کی تھی اس تحریک التوائے کار اور آج کی تحریک التوائے کار کو سامنے رکھتے ہوئے قوم کے مستقبل کا اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہ ہے۔ان تمام کالجوں کے پرنسپلوں نے اور ان کے ماتحت اساتذہ نے ایک دوسرے پر الزامات لگائے ہیں اور یہ تلخ حقیقت ہے کہ پنجاب کے زیادہ تر کالجوں میں زیادہ تر اساتذہ ڈنگ ٹپاؤ وقت گزار و بیگار سمجھ کر ملازمت کر رہے ہیں۔میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ کئی کئی سال سے یہ قاتل قوم خواتین و حضرات اساتذہ کالج میں تشریف ہی نہیں لائے۔انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے کوئی نہ کوئی در دولت اور در عافیت سنبھالا ہوا ہے۔بیشتر اساتذہ نے پرائیویٹ اکیڈمیاں بنائی ہوئی ہیں جو چند ہی سالوں میں کالج بن گئی ہیں اور یہ خواتین و حضرات اساتذہ تمام توجہ اپنے کاروبار تعلیم پر دے رہے ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی بزنس 1000 فیصد سے بھی زیادہ منافع بخش ہو سکتا ہے تو وہ صرف سکول، کالج اور اکیڈیمیاں ہیں ان اساتذہ کے سامنے حکومتیں بے بس ہیں ان کی انجمنیں سڑکوں پر جلوس نکالنے اور پنجاب اسمبلی کے سامنے مظاہرہ کرنے میں ماہر ہیں۔2008-09 کے نتائج کو سامنے رکھ کر غور کریں تو یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہ ہے کہ ہر گزرتا ہوا لمحہ اور ان نوجوان نسل اور آنے والی نسلوں کا کیا ہوگا؟ خاص طور پر مڈل انکم اور low income گھرانے کے بچے کہاں جائیں گے اور کیا کریں گے؟ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے، یہ بھی ایک قومی المیہ ہے کہ Self Finance Scheme کو بند کرانے میں اسی مافیا نے کردار ادا کیا تھا تاکہ ان کے پرائیویٹ ادارے جو اب ٹیکنیکل ایجوکیشن میں بھی رجسٹر ہو چکے ہیں خوب پھلیں پھولیں۔قوم کا مستقبل بھاڑ میں جائے اور یہ Self Finance Scheme بند کرانے میں کامیاب ہو گئے۔اس انتہائی اہم معاملے کو سنجیدگی سے ایوان میں زیر بحث لانے کی فوری ضرورت

ہے۔لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! اس میں جو latest ہوا ہے میں وہ تھوڑا سا add کروں گا کہ جب ان لوگوں کو یہ پتا لگا اور حکومت نے یہ تحریک آنے کے بعد ان لوگوں میں سے کچھ کو معطل کیا تو۔۔۔

جناب شیر علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔میری دونوں ممبران سے گزارش ہے کہ تحریک التوائے کار پر short statement نہیں ہو سکتی اور محرک کے علاوہ کوئی اور ممبر بھی بات نہیں کر سکتا۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں پڑھا ہے کہ بھاڑ میں جائے This is unparliamentary word پتا نہیں یہ کس قسم کی language ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ان کو بتائیں کہ وہ بھاڑ میں جانے کی بجائے کیا لکھیں؟

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! وہ کوئی بہتر الفاظ استعمال کر لیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ ایک انتہائی اہم issue ہے جس میں قوم کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے لیکن اسے non issue بنا کر لایا جاتا ہے۔یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس پر نہیں بلکہ اپنی تحریک پر بات کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں چاہتا ہوں کہ جب اس تحریک کا جواب آئے تو وہ بھی ایوان کے سامنے آ جائے۔اب اس میں latest یہ ہوا ہے کہ ان تمام کالجوں میں forced dropout شروع ہو گیا ہے۔طلباء اور طالبات کو یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ کالج چھوڑ دیں یا اپنے subject change کر لیں۔میرے پاس اس کا ثبوت ہے اور میرے پاس سٹوڈنٹس آئے ہیں اور انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ کالجز ہمیں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم subject change کر لیں یا پھر بطور پرائیویٹ امیدوار امتحان دیں تاکہ اب ان کو مزید پکڑا نہ جا سکے۔چونکہ یہ latest ہے اس لئے میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم شیخ صاحب نے اپنی تحریک التوائے کار پیش کرنے کے بعد جو بات کی ہے میں سمجھتا تھا کہ یہ ان کے علم میں نہیں ہے۔انھوں نے جس معاملے کی نشاندہی کی ہے یہ بالکل درست ہے، واقعی یہی صورتحال ہے۔ ہمارے سرکاری اداروں

میں بے پناہ وسائل، اچھی بلڈنگیں اور وسیع کیمپس ایریا ہونے کے باوجود ان کا رزلٹ zero ہے اور اگر جہاں کہیں تھوڑی بہت progress ہے تو وہ بھی پرائیویٹ کالجوں سے کافی پیچھے ہے۔حکومت نے اس سلسلے میں اب ایک مربوط پالیسی تشکیل دی ہے یعنی جو لوگ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، جن طالب علموں نے اچھے نمبر لئے ہیں وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے ان کو کروڑوں روپے کے انعامات دیئے ہیں اور پھر انہیں guard of honour پیش کیا ہے حالانکہ انہوں نے یہ خود نہیں لیا۔اب اسی طرح کی ایک پالیسی ترتیب دی گئی ہے جس کے مطابق جن کا رزلٹ zero تھا یا جن لوگوں کا رزلٹ below board ہے ان تمام کے خلاف کارروائی in progress ہے۔میں اس سلسلے میں پوری تفصیل بھی شیخ صاحب کو فراہم کر دوں گا اور میری یہ بھی گزارش ہو گی کہ انھوں نے اس تحریک التوائے کار میں جن معاملات کی نشاندہی کی وہ تو ٹھیک ہے لیکن باقی تعلیم کا سبجیکٹ بھی ہمارے ایجنڈے پر ہے اور ہم بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں اس پر بحث کے لئے preferably اسی اجلاس میں ایک دن مختص کریں گے اور اس دن اس سلسلے میں پوری بات ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب نے بالکل درست کہا ہے اور واقعی محترم وزیراعلیٰ صاحب نے اس میں قابل قدر اقدامات کئے ہیں لیکن میں صرف ایک چیز کی amendment چاہتا ہوں کہ آج لاء منسٹر صاحب یہ note کر لیں اور بہتر تو یہ ہو گا کہ اس کو ابھی ان تمام پرنسپل صاحبان سے بات کرنے کا حصہ بنالیں کہ فرض کیجئے ایک کالج نے تین سالوں میں 110 طالب علموں کو داخلہ دیا تو یہ دیکھ لیں کہ وہ چار سالوں میں کتنے طالب علموں کا داخلہ بھیج رہا ہے؟ اگر وہ 50 فیصد یا 70 فیصد داخلہ کم بھیج رہا ہے تو اس کے خلاف بھی فوری کارروائی ہونی چاہئے اور میرے پاس تو ثبوت ہیں۔اس کا مقصد یہ ہوا کہ وہ forced dropout میں شامل ہے اور وہ طلبہ اور طالبات کو خود باہر نکال رہا ہے۔بہت شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): یہ بالکل درست اور بڑی valuable suggestion ہے۔Result کے ساتھ ساتھ penalize کئے جانے والے معاملے کو بھی شامل کیا جائے گا اور اس سے متعلقہ باقی جو معاملات ہیں کہ جن سے سال کے دوران ان کی کارکردگی check کی جا سکے، محکمہ کے ساتھ بیٹھ کر ان سب معاملات کو بھی discuss کیا جائے گا۔یہ نہیں کہ سال بعد جب result آئے تو پھر ہی ان کے خلاف action ہو، سال کے دوران بھی ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے action ہونا چاہئے۔میں اس تجویز کو محکمہ تک پہنچا دوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! ٹھیک ہے، کیا آپ مطمئن ہیں؟

شیخ علاؤالدین: جی، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو اس تحریک کو اس یقین دہانی کے بعد dispose of کیا جاتا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ابھی تشریف رکھیں۔ میں آپ کو بعد میں موقع دوں گا۔ ذرا یہ تحاریک ختم ہو لینے دیں۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے میری بات سن لیں۔ جب تحاریک التوائے کار ختم ہو جائیں گی تو اس کے فوراً بعد میں آپ کو floor دیتا ہوں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اسی حوالے سے ایک گزارش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ بھی تشریف رکھیں۔ میں آپ کو بھی تھوڑی دیر بعد floor دوں گا۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 627/09، شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔

محکمہ سی اینڈ ڈبلیو اور اریگیشن کے تحت مکمل اور نامکمل منصوبہ جات میں ٹھیکیداروں کا افسران کی ملی بھگت اور جعل سازی کے ذریعے مقررہ رقم سے زیادہ وصول کرنا

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تمام حکومتی تعمیراتی پراجیکٹس جن میں زیادہ تر محکمہ C&W، Buildings اور Irrigation کے تحت مختلف مراحل سے اس وقت گزر رہے ہیں یا مکمل ہو چکے ہیں ان پر صرف escalation کی مد میں اربوں روپیہ ناجائز طور پر سمیٹا جا رہا ہے۔ Contractor mafia اوّل تو base tendering کے وقت آپس میں pool کر لیتا ہے جو نقد یا مختلف پراجیکٹ کی بندر بانٹ کی شکل میں ایک دوسرے کے ریٹس کو

support کرتے ہوئے اور ان محکموں کے ارباب اختیار سے مل کر لوٹ مار کی ایک علیحدہ تاریخ تشکیل دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ضرورت اس امر کی ہے کہ پنجاب میں اس وقت زیر تکمیل تمام پراجیکٹس جو محکمہ C&W, Irrigation & Building کے ہیں یا funded projects ہیں اور ان پر escalation چاہے چند لاکھ روپے کی ہو اس معزز ایوان کے سامنے پیش کی جائیں اور بغیر ایوان کی منظوری کے کوئی رقم escalation کی مد میں کسی طرح بھی ادا نہ کی جائے اور پچھلے دس سالوں میں تکمیل ہونے والے تمام پراجیکٹس کو صرف اس بنیاد پر scrutinize کیا جائے کہ یہ اپنی اصل contract price سے کتنی زائد رقم (escalation amount) خرچ کرنے کے بعد قوم کو کس بھاؤ نصیب ہوئے؟ بے شمار مثالیں موجود ہیں جہاں ان بڑی ٹھیکیدار مافیا کمپنیوں نے مختلف خود پیدا کردہ حیلے بہانوں اور collusive litigation کے ذریعے پراجیکٹس کو رکوا کر کروڑہا روپیہ ناجائز حاصل کیا۔ معزز اراکین کے لئے صرف ایک مثال ہی حالات کی سنگینی کا اندازہ لگانے میں مددگار ثابت ہوگی۔ وہ اس طرح ہے کہ چھانگا مانگا فلائی اوور میری سالہا سال کی تگ و دو اور محنت کے باوجود ہنوز زیر تکمیل ہے اور اس کا ٹھیکہ جس فرم کو دیا گیا محکمہ کے بھرپور تعاون سے ٹھیکیدار کمپنی نے جان بوجھ کر پراجیکٹ کو collusive litigation سے delay کیا اور سڑک کے دونوں اطراف میں بڑے بڑے گڑھے کھود کر ایک طرف عوام اور مسافروں کا جینا دوبھر کر دیا اور دوسری طرف اب ملی بھگت سے کروڑوں روپے کی escalation کا مطالبہ کر دیا ہے۔ اب حکومت کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ نہ صرف ٹھیکیدار کی blackmailing کے آگے جھکیں بلکہ جو ادائیگیاں کی جا چکی ہیں ان پر بھی نئے rates کو سامنے رکھ کر کام کیا جائے۔ پنجاب میں زیر تکمیل تمام پراجیکٹس نہروں، دریاؤں پر bridges یا flyovers کے ساتھ ساتھ تمام عمارات کی مکمل تفصیل ایوان کے سامنے پیش کی جائیں اور ان تمام منصوبوں کی اصل رقم یعنی contract price اور escalated price یا completion cost کا فرق بتایا جائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک میں محترم mover نے دو تین information طلب کی ہیں۔ ایک تو انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ escalation چاہے وہ چند لاکھ

روپے کی ہو، اس کے تمام cases کی مکمل تفصیل ایوان میں پیش کی جائے۔اس کے بعد انھوں نے specially چھانگا مانگا flyover کے بارے میں کہا ہے کہ delay and collusive litigation کے ذریعے جو escalation لی گئی ہے اس کی بھی مکمل تفصیل دی جائے۔اس میں دو محکمے involve ہیں۔

جناب سپیکر! یہ اس طرح سے تحریک التوائے کار کا subject نہیں بنتا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ معزز رکن اس بارے میں کوئی سوال لے کر آتے، جیسا کہ انہوں نے اس تحریک میں specific question کیا ہے۔ دوسرا انہوں نے کہا ہے کہ اس escalation کے اختیار کو ایوان کے ذریعے سے عمل میں لایا جائے۔اگر معزز رکن اس حوالے سے بات کرنا چاہیں تو تحریک التوائے کار کے through اس پر بات ہو سکتی ہے لیکن یہ ایک executive power ہے۔اسے اس طرح سے منسلک نہیں کیا جا سکتا، اس سے پھر اور زیادہ delay ہو گی۔اگر آپ ruling دیں تو میں اس تحریک میں کئے گئے سوالات کی تفصیل معزز رکن کو مہیا کر دوں گا۔اگر اس کے بعد پھر بھی وہ اس معاملے کو discuss کرنا چاہیں گے تو کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ آپ پہلے منسٹر صاحب سے details لے لیں۔ واقعی یہ بہت زیادہ details ہیں۔ یہ معاملہ بالکل discuss ہونا چاہئے کیونکہ یہ واقعی ایک بہت بڑا issue ہے۔ جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ roads اور دوسرے مختلف projects کا حال ہو رہا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر لازمی طور پر House میں بحث ہونی چاہئے۔واقعی یہ ایک طرح کی blackmailing لگتی ہے۔Even آپ نئی بننے والی اسمبلی بلڈنگ کو دیکھ لیں کہ یہاں پر اس کا کیا حال ہو رہا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ پہلے رانا صاحب کے ساتھ بیٹھ کر پوری details share کر لیں اور اس کے بعد باقاعدہ time fix کر کے House میں اسے discuss کیا جانا چاہئے۔کیوں وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ درست ہے۔آپ اس کو next week کے لئے pending فرما دیں تاکہ دونوں محکموں سے ساری details حاصل کی جا سکیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آپ اور وزیر قانون کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس معاملے کی gravity کو سمجھ لیا ہے۔اس ایوان میں بڑے اچھے brain بیٹھے ہیں اگر اس ایوان کی ایک کمیٹی صرف escalation پر بنا دی جائے تو بہتر ہو گا کیونکہ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ اس سے اس قوم کے اربوں

روپے بچیں گے۔ آپ اور وزیر قانون نے اس کو سمجھ لیا ہے۔ میرا فرض بنتا تھا اور میں اپنا فرض ادا کرتے ہوئے یہ معاملہ اس ایوان کے علم میں لے آیا ہوں۔ باقی فیصلہ آپ لوگوں نے کرنا ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک کو escalation and delay collusive litigation کے حوالے سے details لینے کے لئے اگلے ہفتے تک pending کیا جاتا ہے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! اس تحریک التوائے کار کے بعد میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کے لئے floor دوں گا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں اسی سے متعلقہ ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میں تحریک التوائے کار کے بعد آپ کی بات سنتا ہوں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! شیخ علاؤالدین صاحب نے جس مسئلے کی طرف نشاندہی کروائی ہے، یہ واقعاتی اور حقائق کی بنیاد پر قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ کی ایک گھناؤنی صورتحال ہے۔ میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ شعبہ Engineering سے متعلقہ تمام لوگ جو اس کی over invoicing یا over estimation کرتے ہیں وہ قومی وسائل کی بہت بڑی لوٹ مار کرتے ہیں۔ شعبہ دفاع کے بعد جو سب سے بڑی قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے وہ شعبہ Engineering میں over invoicing کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ اس معاملے کو بھی اس تحریک کے ساتھ شامل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 628/09 شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔

نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں نشہ آور ادویات کا استعمال

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ عوام میں بڑھتی ہوئی نشہ آور ادویات، کیمیکل کا استعمال اور خاص طور پر نوجوان نسل جس میں سوسائٹی کی

upper class قابل ذکر ہے، تیزی سے ناقابل واپسی ہولناک نتائج کی طرف گامزن ہے۔ چند منٹوں کے عارضی سکون کے حصول کے لئے hashis(charas),ketamine, cocain یہ وہ چند نام ہیں جو پچھلے چند سالوں میں elite class میں انتہائی مقبول ہو گئے ہیں۔ Elite class کے ساتھ ساتھ اب lower class اور middle class بھی اس معاشرتی تباہی میں ملوث ہو گئیں ہیں۔ صوبائی دارالحکومت میں ایسی کئی ادویات ہیں جو posh areas میں قائم ریسٹورنٹ، نام نہاد سکون گاہوں اور پارک وغیرہ میں شیشہ حقہ جو اصل میں چرس ہی ہے، دھڑلے سے پیا جا رہا ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں ایک status symbol بن چکا ہے۔ موجودہ حالت کو دیکھ کر اجتماعی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری موجودہ نوجوان نسل اور آنے والی نسلوں کو بری عادات سے بچائے۔ معزز ایوان کو فوری طور پر آہنی ہاتھوں سے نسلوں کی اس تباہی کو بچانے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔ والدین کو اپنے مسائل کی وجہ سے بچوں میں پھیلتے ہوئے نشہ آور چیزوں کے استعمال کا اس وقت پتا چلتا ہے جب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ مہنگے نشوں میں ecstasy جسے عرف عام میں صرف ''E'' کہا جاتا ہے جو سمگل ہو کر آ رہی ہے کی ایک گولی -/1000 روپے سے -/1200 روپے میں دستیاب ہے۔ ملاوٹ شدہ کوکین کا ایک گرام بھی -/1000 روپے سے -/1200 روپے تک مل رہا ہے۔ ecstasy وہ دوا ہے جس کی وجہ سے اچانک اموات بھی ہو رہی ہیں۔ high blood pressure, kidney failure بھی انہی ادویات کے استعمال سے ہو رہے ہیں۔ ان خطرناک منشیات کے ساتھ ساتھ کھلے عام پان سپاری اور گٹکا جس میں مختلف نشہ آور ادویات ملائی جا رہی ہیں کا بے پناہ استعمال ہو رہا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ وباء اب سکول کے بچوں تک پہنچ چکی ہے۔ بچوں پر عدم توجہی یا کم توجہی ماں باپ کے درمیان اختلافات یا اس کی وجوہات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ان کے اثرات نوجوان اور بچوں پر آ رہے ہیں۔ Addiction کے مارے ہوئے لوگ اپنے خاندان کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بے شمار مسائل کی وجہ بنتے جا رہے ہیں اور ایسے تمام لوگوں کے علاج میں بنیادی کردار آخر اس کا خاندان ہی ادا کر سکتا ہے لیکن وہ باپ یا والدین جو خود الکوحل زدہ ہیں، ان کے بچوں میں نشہ تو رگوں میں شامل ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ کا کمرشل کردار معاشرے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ اب استاد کو شاگرد کے کردار سے قطعاً دلچسپی نہ ہے جس کے نتائج سامنے ہیں اور پھر یہ بھی المیہ ہے کہ والدین بہن بھائی ایسے لوگوں کو مکمل disown کر دیتے ہیں۔ بچوں کے رویہ اور معاملات میں تبدیلی ان کے تعلیمی نتائج پر نظر نہ رکھنے کی وجہ سے بے شمار نہ ختم

ہونے والے مسائل بڑھ رہے ہیں۔ان تمام حالات میں حکومت کا کہیں کوئی کردار نظر نہیں آ رہا۔لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم شیخ صاحب نے جس problem کی نشاندہی کی ہے، یہ معاملہ پوری سوسائٹی کا ہے اور خاص طور پر یہ ان گھروں کا معاملہ ہے جہاں پر پیسا تو وافر موجود ہے لیکن بچوں پر توجہ کم دی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے منشیات میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اس میں جہاں تک حکومت کے کردار کا معاملہ ہے تو جو لوگ یہ نشہ آور چیزیں لوگوں تک پہنچانے میں ملوث ہیں ان کے خلاف کارروائی ہوتی ہے، انہیں پکڑا جاتا ہے اور ان کے خلاف مقدمات درج کر کے Special Courts میں trial کیا جاتا ہے۔ یہ law and order سے متعلقہ مسئلہ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جب law and order پر discussion ہو گی تو اس پر بھی discussion ہو سکتی ہے۔ باقی شیخ صاحب اس بات کو مزید strengthen کریں گے کہ انہوں نے اس قسم کے جن علاقوں کی نشاندہی کی ہے تو متعلقہ ڈویژن کے ایس پی خصوصی طور پر ان جگہوں پر توجہ رکھیں اور جیسے شیخ صاحب نے فرمایا ہے جہاں پر شیشے وغیرہ کے نشہ کا کام سر عام ہو رہا ہے تو وہاں پر ان لوگوں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب نے اس میں ایک خصوصی دوائی ecstasy کا ذکر کیا ہے اور اس کی قیمت بھی بتائی ہے، ان سے یہ پوچھیں کہ ان کو اس کی قیمت کا کہاں سے پتا لگا ہے، اگر ان کو یہ پتا ہے تو پھر اس کا سد باب کیوں نہیں کیا جا رہا؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے بالکل بجا کہا۔اس ایوان میں اور بھی بہت سے رکن ایسے بیٹھے ہیں جن کی fingers قوم کی نبضوں پر ہیں، ان سب کو پتا ہے کہ کہاں سے کیا مل رہا ہے، مجھے اکیلے نہیں پتا۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ مین بلیوارڈ پر کس جگہ پارک ہے، وہاں پر entry کتنے میں ہوتی ہے، پھر اندر کیا ہوتا ہے، Mess کیسے بنی ہوئی ہیں؟ میں بھی لاہور کا ہوں اور آپ بھی ہیں، ہمیں سب پتا ہے لیکن آخر کچھ تو کرنا ہے۔ میں دوسری اہم بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ المیہ ہے کہ ہماری سوسائٹی میں ایلیٹ کلاس کو نہیں پکڑا جا رہا۔ سڑک پر اگر کہیں کوئی بیچارہ مصیبت کا مارا، ڈیپریشن کا شکار چرس پیتا ہوا پکڑا جائے تو اس کے خلاف ضرور کارروائی کی جاتی ہے۔ میں نے یہ خود دیکھا ہے کہ ایس ایچ او نے کہا کہ "ہاں بھئی! کنے بندے پھڑے جے۔" انہوں نے کہا کہ "جی گئے سی، کوئی نئیں پھڑیا گیا۔" ایس ایچ او نے کہا۔

"جاؤدوبارہ، میانی صاحب قبرستان جاؤ، بندے پھڑکے لے آؤ۔" آپ کو بھی پتا ہے کہ یہ اس طرح کھاتے پورے کرتے ہیں۔ میں نے پچھلی اسمبلی میں یہ request کی تھی، آج بھی دوبارہ کہنے لگا ہوں کہ انتہائی civilized countries میں بھی رات کے وقت کوئی ریسٹورنٹ نہیں کھلتا۔ یہاں 24 hours service کے بورڈ لگے ہوئے ہیں اور یہ کیسی services ہیں؟ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس ایوان میں کیا بتاؤں؟ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ so called elite areas کو پکڑ کر ہلا یا جائے اور وہاں پر کارروائی کی جائے۔ صرف میں نہیں بلکہ یہاں پر اور بہت سے لوگ ایسے بیٹھے ہیں جو بالکل نشاندہی کر سکتے ہیں کہ کہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ ہم سب اللہ کو جواب دہ ہیں کہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے کیا کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے اور جس طرح لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ law and order کے اوپر جب بحث ہوگی تو اس میں اس کو بھی رکھا جائے گا۔ یہ بہت بڑا burning issue ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! واقعی یہ بہت بڑا burning issue ہے اور اس کے متعلق شیخ صاحب کا علم کافی گہرائی تک ہے تو میں آپ کی وساطت سے ان سے گزارش کروں گا کہ انہوں نے ایک دو جگہوں کے نام لئے ہیں تو انہیں باقی بھی جن جن جگہوں کا پتا ہے یا وہاں پر انہیں اتفاق ہوا ہے تو یہ مجھے ان کے specifically نام دے دیں تو میں پورے معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں خود اس بات کو ensure کراؤں گا کہ وہاں پر پولیس قانون کے مطابق اپنی کارروائی کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہمارے Learned Law Minister نے شیخ صاحب کو کہا ہے تو میرے خیال میں ان کا تجربہ بھی کم نہیں ہوگا۔ میں یہاں پر ایک مختصر سی بات یہ کروں گا کہ چنگیز خان کا ایک مقولہ تھا:

> Intelligence is a key to success and secrecy is a guarantee to success.

حکومتیں ہمیشہ Intelligence کے اوپر چلا کرتی ہیں تو ماشاء اللہ آپ بھی ارباب اقتدار ہیں اور لاء منسٹر بھی ہیں تو میرے خیال میں یہ ان کے فرائض میں آتا ہے.He has to find out کہ کہاں پر کیا کچھ ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا مطلب ہے کہ وہ secretly find out کریں؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کوئی بھی حکومت Intelligence کے بغیر نہیں چل سکتی اس لئے کسی بھی حکومت کے لئے یہ بنیادی چیز ہے۔ یہ لاء منسٹر صاحب کے فرائض میں آتا ہے He has to find out. کہ کہاں پر کیا ہو رہا ہے اور پھر law and order کی situation میں محرک کے اوپر یہ بات ڈالنی تو بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لئے دوسرے کے اوپر responsibility ڈال دیں کہ "نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی" اس لئے میرے خیال میں یہ ان کے فرائض میں آتا ہے hope کہ یہ اس چیز کو دیکھیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ عرض کر دوں کہ محترم شاہ صاحب نے جو بات فرمائی ہے یقیناً یہ حکومت، Law Enforcing Agencies and Intelligence Agencies کا فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی جرم ہو، وہ اس کو dig out کریں اور اس کی intelligence کریں۔ بالکل ان کا یہ فرض ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ معاشرتی برائیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرنا اس معزز ایوان میں بیٹھے ہر معزز رکن کی ایک بہت sacred responsibility بھی ہے اور ان کا یہ right بھی ہے تو جب محترم شیخ صاحب نے اس کی نشاندہی کی ہے اور پھر اس کے بعد انہوں نے اپنی statement میں ایک دو جگہوں کا ذکر بھی کیا ہے تو مجھے یہ معلوم پڑ رہا ہے کہ اس سے متعلق ان کے پاس بڑی secret and valuable information ہے، ہمارا مقصد تو اس چیز کو روکنا ہے اگر ہم ان سے یہ استفادہ کر لیں گے تو اس میں کوئی برائی والی بات نہیں ہے۔ وہ نشاندہی کریں انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس پر کارروائی کرائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وٹو صاحب!

جناب محمد معین وٹو: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ شیخ صاحب ہمارے فاضل دوست ہیں، ان کی بڑی معلومات ہیں مگر ہمارے لئے یہ بات نئی ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ "آپ کا تعلق بھی لاہور سے ہے اور میرا تعلق بھی لاہور سے ہے۔" اور وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ "مجھے بھی پتا ہے اور آپ کو بھی پتا ہے۔" یوں لگتا ہے کہ وہاں سپیکر صاحب اور شیخ صاحب کی کوئی ملاقات ہوئی ہے یا ایسی کوئی بات ہے جو آج ہی ہمارے علم میں آئی ہے کہ آپ کو بھی پتا ہے، ان کو بھی پتا ہے۔ جہاں تک انہوں نے یہ کہا کہ بڑے لوگوں

کو تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے تو بڑے لوگوں کے لئے تو N.R.O ہر جگہ پر موجود ہے تو یہاں بھی N.R.O ہی لگے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وٹو صاحب! ویسے وہ آپ کو بھی پتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ معاشرے کے اندر اس کی وجہ سے جو برائی ہے جس طرح رانا صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمارے Legislators کا کام اس کو point out کرنا ہے اور جس طرح پیر ناظم حسین شاہ صاحب نے بھی فرمایا کہ حکومت کو پھر اس پر step لینا چاہئے، اس پر باقاعدہ بحث بھی ہونی چاہئے۔اس کو point out بھی کیا جانا چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سد باب بھی ہونا چاہئے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو گیا ہے۔جی، محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ!

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! I am on a point of personal explanation میں یہاں یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ میرے علم میں آیا ہے کہ میرے نام سے، میرا letter head استعمال کر کے معزز اراکین کے گھروں میں خطوط پہنچے ہیں۔میں یہاں یہ واضح کرنا چاہتی ہوں کہ وہ خط میں نے کسی کے گھر بھیجا ہے اور نہ ہی وہ letter head میرا ہے۔میں اس سے total لاتعلقی کا اظہار کرتی ہوں۔میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کسی بھی قسم کے controversial letter سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔میں یہاں سب کو یہ explain کرنا چاہتی ہوں کہ وہ میری طرف سے نہیں آیا۔ Thank you

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، سہوترا صاحب!

جناب عامر جوئیل سہوترا: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر قانون صاحب سے یہ گزارش کروں گا۔اس سے پہلے میں قائد محترم میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکریہ ادا کروں گا کہ جنھوں نے اپنے وعدے کو عملی طور پر پورا کرتے ہوئے اقلیتوں کے لئے سرکاری محکموں میں jobs کا 5 فیصد کوٹے کا notification جاری کیا۔یہ 63 سالہ تاریخ میں پہلا موقع ہے۔میں اقلیتوں کے حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ کسی سیاسی جماعت نے اپنی عوام سے کئے گئے وعدے کو پورا کیا ہے۔میں وزیر قانون سے آپ کی وساطت سے صرف یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جس طرح مرکز میں اقلیتوں کے لئے 5 فیصد کوٹے کا notification جاری کیا تو C.S.P کے لئے جو سیٹیں مخصوص کی گئی ہیں تو اس میں بھی اقلیتوں کا کوٹا مقرر کیا گیا ہے لیکن صوبے میں جو notification کیا گیا اس میں P.C.S سیٹوں پر اقلیتوں کے لئے کوٹا نہیں رکھا گیا۔میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر قانون سے یہ گزارش کرنا

چاہوں گا کہ اس کو تھوڑا ساamend کر کے P.C.S سیٹوں کے لئے بھی اقلیتوں کے حصے کو مخصوص کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ نے جو بات کی ہے تو میں اس پر ان کو appreciate بھی کرتا ہوں، ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے یہ باعث شرم بات ہے کہ نہ صرف انھوں نے ان کا نام غلط طور پر استعمال کیا ہے بلکہ انھوں نے فیصل آباد میں ایک معاملے کو create کیا اور پھر اسے وہاں highlight کیا، پھر اس کے بعد اس کو لے کر آگے چلے اور ان کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ ایک ایسا معاملہ جس میں حقیقت دور دور تک نہیں ہے۔ میں نے ہر سطح پر کہا ہے کہ اس کو جہاں سے چاہیں investigate کروایا جائے لیکن انھوں نے اس معاملے کو اس انداز سے create کرنے کی کوشش کی ہے۔ محترمہ میری بہن ہیں۔ میں نے بھی وہ خط دیکھا ہے لیکن میں نے ان سے گلہ نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر انھوں نے خود یہ احساس کیا ہے تو ان لوگوں کا نام لئے بغیر کہتا ہوں کیونکہ پتا مجھے بھی ہے اور انھیں بھی پتا ہے کہ کہاں پر وہ draft ہوا اور کہاں سے بھیجا گیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے باعث شرم بات ہے کہ اس level پر آپ سیاست کریں اور اس کے بعد ان گھٹیا ہتھکنڈوں پر آئیں۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! محترم عامر سہوترا صاحب نے جو بات کی ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اس سلسلے میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کی قیادت اور حکومت نے بھی بہت اچھا قدم اٹھایا ہے اور دیگر اقدامات بھی کر رہے ہیں۔ جہاں کہیں یہ یا کوئی بھی اقلیتی ممبر کوئی کمی محسوس کرتے ہیں تو آج ہی مجھے مل لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس معاملے کو دیکھ کر resolve کر لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، رانا تنویر احمد ناصر صاحب!

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ایک اہم مسئلے کی طرف نشاندہی کرنا چاہوں گا اور اس کا حل بھی چاہوں گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور فیصل آباد روڈ BOT project پر تعمیر کی گئی ہے اور L.E.F.C.O حکام اس کا انتظام چلا رہے ہیں۔ میں وہ واحد بد قسمت ایم پی اے ہوں جس کے حلقہ انتخاب میں ان کے دو ٹول پلازہ آتے ہیں، ایک ٹول پلازہ کا نام قدر کھی ہے جو شیخوپورہ کے قریب ہے۔ اس ٹول پلازہ کے ساتھ تقریباً 2 فرلانگ کے فاصلے پر ایک لنک روڈ گزرتی ہے جو ڈاہیا موڑ سے شروع ہوتی ہے اور قدر کھی موڑ سے باہر نکلتی ہے۔ اس ٹول پلازہ کے ارد گرد کے مقامی دیہاتی رہائشی افراد ہیں وہ

اس لنک روڈ کو شیخوپورہ جانے کے لئے باکثرت استعمال کرتے تھے کیونکہ انھوں نے اگر ڈیزل بھی ڈلوانا ہوتا ہے تو انھیں شیخوپورہ جانا پڑتا ہے حتیٰ کہ چھوٹی موٹی ضروریات کے لئے بھی شیخوپورہ جانا پڑتا ہے۔ اب L.E.F.C.O حکام نے غنڈہ گردی کرتے ہوئے دو چار روز سے لنک روڈ جو شاہراہ عام تھی اس کو بند کر دیا ہے۔ وہاں پر پول نصب کر دیئے گئے اور اینٹیں اور روڑے رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس لنک روڈ کو کچھ لوگ کھلوانا چاہتے ہیں تو وہ ان سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اگر اس مسئلہ کو حل نہ کیا گیا تو پھر کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔ L.E.F.C.O حکام ایک ٹھیکیدار ہے جن کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ ایک شاہراہ عام جو حکومت پنجاب کی ملکیت ہو اس کو بند کر سکے۔ میں چاہوں گا کہ اس روڈ کو جلد از جلد کھلوا دیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب! یہ بہت اہم issue ہے کہ open road کو بند کر دیا گیا ہے۔ یہ کس قاعدے اور قانون کے تحت بند کیا گیا ہے؟ میرے خیال میں آپ نے ابھی اس معاملہ کو point out کیا ہے تو آپ وزیر قانون صاحب کو مل لیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر thrash out کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ درست ہے۔ یہ میرے ساتھ بیٹھ بھی جائیں لیکن اس معزز ہاؤس کا جو طریق کار اور right ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو اتنا concern ہے تو procedure کے مطابق چیزوں کو لایا جائے تاکہ جواب in black and white آئے جو یہاں ہاؤس میں پیش ہو۔ اس کے بعد معاملہ پر صحیح فیصلہ ہو سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ رانا تنویر ناصر صاحب! آپ لے آئیں تو ہم اس کو out of turn لے لیں گے۔ یہ بہت اہم issue ہے جس میں بہت سے لوگوں کا راستہ بند کیا جا رہا ہے۔ ہم اس کو ضرور out of turn لیں گے۔ جی، عارفہ خالد پرویز صاحبہ!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! مجھے صرف یہ کہنا تھا کہ جتنی بھی شیشے کی جگہیں ہیں، ان کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ وہاں غلط طریقے سے منشیات کا استعمال ہوتا ہے تو یہ بات جائز نہیں ہے۔ ہمیں بچوں کو in any case کوئی healthy entertainment دینی ہے، پہلے ہی ہمارے ملک میں یہ نہیں ہے۔ شیشہ ہم نے Gulf countries سے adopt کیا ہے rather than Western countries سعودی عریبیہ، دبئی اور جہاں بھی جائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہاں صرف aromatic دھواں ہوتا ہے even tobacco بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح کی چیز ہمیں اسمبلی میں کہنا یا یہ کہنا کہ ہر چائے خانہ میں شراب اور منشیات استعمال کی جاتی ہیں This is not fair ہمیں انھیں ضرور

یہ سوچ سمجھ کر at the same time کرنا چاہئے۔ ہمیں watch کرنا چاہئے اور transparent کہنا چاہئے۔ اگر ہم چائے، کافی اور عام شیشے کی جگہیں بھی بند کر دیں گے تو آپ اپنے بچوں کو evening میں کون سی entertainment دے رہے ہیں، کیا آپ frustration نہیں بڑھائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، زمرد یاسمین رانا صاحبہ!

محترمہ زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف دلوانا چاہتی ہوں۔ چونکہ اس کا تعلق غریب عوام سے ہے تو یقیناً اس کا تدارک بھی ہونا چاہئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت مارکیٹ میں low cost medicines کی بہت زیادہ non availability ہے۔ اس وقت عام سی بیماریاں جو ہر تیسرے چوتھے شخص کو ہیں جن میں diabetic hypertension ہے۔ ہر بیماری کی دوائیاں مختلف طرح سے available ہوتی ہیں، کسی ایک کمپنی کی دوائی اگر 4/5 روپے کی available ہوتی ہے تو وہی دوائی کسی multinational company کی ایک سو روپے میں ملتی ہے۔ اس میں اہم چیز یہ ہے کہ ساری national and multinational کمپنیوں نے صرف اپنی ان دوائیوں کی قیمتیں بڑھانے کے لئے جن کی قیمتیں کم تھیں ان کی مارکیٹ میں shortage کر دی ہوئی ہے۔ اس میں خطرناک بات یہ ہے کہ life saving drugs بھی شامل ہوتی ہیں اس لئے وہ دوائیاں جو daily requirement کی ہیں اور جو غریب عوام بیمار ہیں ان کے لئے وہ دوائیاں روزمرہ کی ضرورت ہیں۔ اگر وہ مارکیٹ میں اسی طرح سے short رہیں گی تو یقینی طور پر اس وقت بہت زیادہ خطرناک صورتحال پیدا ہو جائے گی اس لئے میں آپ کی وساطت سے وزیر صحت سے درخواست کروں گی کہ اس مسئلے کی طرف توجہ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا issue ذرا hot ہے۔ میں اپنی بات آپ کے توسط سے اپنے دوستوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ کل الحمدللہ پنجاب اسمبلی کے مقدس ایوان کی طرف سے ایک پیغام وفاقی حکومت تک پہنچا اور قائد محترم میاں محمد نواز شریف صاحب کے vision کو ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری پوری بات سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا بڑا اہم issue ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: This is no point of order.

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: This is no point of order. کیا آپ یہاں پر تقریریں کرنے آتے ہیں؟ پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! کیری لوگر بل پر پنجاب اسمبلی کے اندر اس پنجاب کے مقدس ایوان کا مؤقف سامنے آنا چاہئے اور اس پر بحث کے لئے ایک دن مختص کرنا چاہئے تاکہ پنجاب کے 9 کروڑ عوام کے مؤقف کا وفاقی حکومت کو پتا چل سکے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ No cross talk, no cross talk please

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے لاء منسٹر صاحب کے علم میں ایک واقعہ لانا چاہتا ہوں جو میرے حلقے میں تین دن پہلے ہوا ہے۔ وہاں پر فائرنگ ہوئی جس سے تین لوگ مارے گئے اور کچھ لوگ زخمی بھی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک بارات تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال سے چلی جس نے شورکوٹ آنا تھا۔ سننے میں یہ آیا ہے کہ تحصیل کبیر والا میں باراتی تین چار گھنٹے کلاشنکوف اور رائفلوں سے فائرنگ کرتے رہے اور کسی ایس ایچ او یا ڈی ایس پی نے اُن کو نہیں روکا۔ آپ کو پتا ہے کہ پولیس اُس پر کیا کرتی ہے؟ پولیس والے یہ کرتے ہیں کہ جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو انہیں ایسے ہی پکڑ کر اپنی formality پوری کرنے کے لئے 13/20/65 کے پرچے دے دیتے ہیں۔ وہاں پر مسلسل تین گھنٹے فائرنگ ہوتی رہی، راستے میں انہوں نے ایک بچے کو بھی مارا۔ 70 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے اُن کی بارات شورکوٹ آئی، وہاں انہوں نے اتنی بے تحاشا فائرنگ کی کہ تین لوگ موقع پر مارے گئے اور کچھ لوگ زخمی بھی ہیں لیکن کسی نے اُن کو نہیں روکا۔ سب سے بُرا کام یہ ہوا ہے کہ پولیس نے نامعلوم افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کر دی ہوئی ہے۔ جو لوگ مرے ہیں اُن میں دو مزدور اور ایک باراتیوں کا اپنا بندہ ہے۔ اس واقعہ کا سخت نوٹس لیں اور اس پر جو بھی ذمہ دار پولیس افسران ہیں ان کے خلاف کارروائی

کریں۔ بارات میں کوئی 50/60 لوگ ہوں گے لیکن پھر بھی اُن میں سے نامعلوم افراد کے خلاف پرچہ درج کر دیا گیا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے کاربین ہوں تو فوراً action لے کر پرچے درج کر دیتے ہیں لیکن پولیس نے رائفل اور کلاشنکوف ہونے کے باوجود کوئی action نہیں لیا۔ ریکارڈ میں کوئی رائفل یا کلاشنکوف برآمد نہیں ہوئی حالانکہ لوگوں نے خود دیکھا ہے کہ 20/30 لوگ فائرنگ کر رہے تھے۔ اس واقعہ کا سخت نوٹس لیا جائے کیونکہ اِس وقت ہمارے ملک کے حالات بھی بہت خراب ہیں۔ وہ 70/70 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے آئیں اور ناجائز اسلحہ لے کر پھرتے رہیں۔ ناجائز اسلحہ اور ان کے پاس پندرہ پندرہ، بیس بیس کلاشنکوفیں ہوں۔ میرے خیال میں یہ بڑا توجہ طلب معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعی بڑا اہم issue ہے لیکن اگر آپ rules کو پڑھ لیتے تو اُس کے مطابق اسے لے کر آتے۔ میں ابھی بھی آپ سے یہ request کروں گا کہ آپ لاء منسٹر صاحب سے مل کر ان کے نوٹس میں لے آئیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس کا proper notice لیا جائے تو rules کے مطابق تحریک جمع کروائیں تو ہم take up کر کے اس پر کارروائی کریں گے۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! یہ واقعہ بہت ہی اہم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں اور واقعہ کے متعلق انہیں بتائیں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب اس واقعہ کا پتا کر کے بتا دیں کہ کیا کارروائی ہوئی ہے؟

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ کہیں کہ ایک دم وہ بتا دیں تو ایسے نہیں پتا چلتا۔ آپ اُن سے مل لیں، وہ پوری رپورٹ لے کر آپ کو دے دیتے ہیں۔ شکریہ۔ اب ہم غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں اور آج کے ایجنڈے پر مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں ہیں۔ پہلے ہم مورخہ 20-اکتوبر 2009 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قرارداد لیتے ہیں۔ یہ قرارداد محترمہ نگہت ناصر شیخ نے پیش کی تھی۔ اس قرارداد کے بارے میں وزیر قانون کا موقف یہ تھا کہ ہسپتالوں میں خواتین کے لئے علیحدہ ایمرجنسی کی فراہمی ممکن نہ ہو گی۔ البتہ اس قرارداد کو اس طرح amend کر لیا جائے کہ پہلے سے موجود ایمرجنسی

میں خواتین کے لئے علیحدہ حصہ مختص کر دیا جائے تو حکومت اس قرارداد کی مخالفت نہیں کرے گی۔اس بناء پر اس قرارداد کو زیرالتواء رکھا گیا تھا۔ محرک نے اس قرارداد کا مناسب ترمیم کے ساتھ نوٹس دیا ہے۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ ترمیم شدہ قرارداد پیش کریں۔

سرکاری ہسپتالوں کی ایمرجنسی میں خواتین کے لئے الگ حصہ مختص کرنے اور ان میں خواتین سٹاف تعینات کرنے کا مطالبہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ہسپتالوں بالخصوص صوبائی دارالحکومت لاہور کے سرکاری ہسپتالوں میں ایمرجنسی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے خواتین ایمرجنسی علیحدہ کی جائے اور اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ خواتین ایمرجنسی میں صرف اور صرف لیڈی ڈاکٹر اور لیڈیز سٹاف ہی تعینات کیا جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ہسپتالوں بالخصوص صوبائی دارالحکومت لاہور کے سرکاری ہسپتالوں میں ایمرجنسی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے خواتین ایمرجنسی علیحدہ کی جائے اور اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ خواتین ایمرجنسی میں صرف اور صرف لیڈی ڈاکٹر اور لیڈیز سٹاف ہی تعینات کیا جائے۔"

میرا خیال ہے کہ اس پر کوئی مخالفت نہیں کی گئی اس لئے یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ہسپتالوں بالخصوص صوبائی دارالحکومت لاہور کے سرکاری ہسپتالوں میں ایمرجنسی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے خواتین ایمرجنسی علیحدہ کی جائے اور اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ خواتین ایمرجنسی میں صرف اور صرف لیڈی ڈاکٹر اور لیڈیز سٹاف ہی تعینات کیا جائے۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ایسا نہیں ہونا چاہئے، میں اس قرارداد پر بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اب آپ اس پر اس طرح بات نہیں کر سکتیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ہم عورتوں کی کون کون سی چیزیں علیحدہ کریں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز تشریف رکھیں۔ اب ہم آج کے ایجنڈے کی قراردادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرارداد چودھری ظہیر الدین خان، جناب محمد محسن خان لغاری، جناب محمد یار ہراج اور سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کی طرف سے ہے۔ اِن میں سے کوئی پیش کریں۔

فورٹ منرو کے علاقہ میں کیڈٹ کالج کے قیام کا مطالبہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بلوچستان اور پنجاب کے سنگم پر واقع فورٹ منرو کے علاقہ میں کیڈٹ کالج قائم کیا جائے جس میں طلباء کا داخلہ مذکورہ دونوں صوبوں کے مابین برابری کی بنیاد پر ہو تاکہ بھائی چارے اور یکجہتی کی فضا کو فروغ دیا جا سکے اور دونوں صوبوں کے عوام میں مفاہمت کے جذبے کو تقویت ملے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بلوچستان اور پنجاب کے سنگم پر واقع فورٹ منرو کے علاقہ میں کیڈٹ کالج قائم کیا جائے جس میں طلباء کا داخلہ مذکورہ دونوں صوبوں کے مابین برابری کی بنیاد پر ہو تاکہ بھائی چارے اور یکجہتی کی فضا کو فروغ دیا جا سکے اور دونوں صوبوں کے عوام میں مفاہمت کے جذبے کو تقویت ملے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس قرارداد کو اِس بنیاد پر oppose کر رہا ہوں کہ کیڈٹ کالج کا قیام وفاقی حکومت کی وضع کردہ پالیسی کے مطابق ہے اور وفاقی حکومت ہی اُس کا فیصلہ کرتی ہے۔ حکومتِ پنجاب نے صرف اُس کے لئے زمین دینی ہوتی ہے۔ انہوں نے قرارداد میں لکھا ہے کہ یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے لیکن انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے۔ اگر یہ اِس کو amend کر کے وفاقی حکومت کو سفارش کریں تو کر لیتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ اس کو ابھی amend کرنے کی اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے اندر already محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کی طرف سے بھی amendments آئی ہوئی ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: میں press نہیں کرتی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہ میرے خیال میں طلباء کی جگہ طالبات کرنا چاہتی ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھیں کہ پبلک سکول طرز کے جو ادارے ہوتے ہیں ان میں صرف لڑکے ہوتے ہیں۔ جیسے صادق پبلک سکول، لارنس کالج گھوڑا گلی اور ایچی سن کالج لاہور ہے، اس طرح کے boarding schools ایک comradely اور fraternity کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ حکومتِ پنجاب نے بہت احسن قدم اٹھایا ہے کہ پنجاب کی طرف سے کوئٹہ کے اندر بلوچستان کو ایک انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا تحفہ دیا گیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: آمنہ الفت صاحبہ اپنی amendment کو press نہیں کر رہیں لہذا جس طرح لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے تو آپ جہاں "حکومت" لکھا ہوا ہے وہاں "وفاقی حکومت" لکھ کر change کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جی، وفاقی حکومت کر لیتے ہیں لیکن یہ ابھی amend ہو جائے گا یا اِس کو دوبارہ جمع کروانا پڑے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں ہم اِس کو ابھی کر لیتے ہیں۔ اس پر چونکہ کوئی اعتراض نہیں ہے لہذا یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ۔

> "یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بلوچستان اور پنجاب کے سنگم پر واقع فورٹ منرو کے علاقہ میں کیڈٹ کالج قائم کیا جائے جس میں طلباء کا داخلہ مذکورہ دونوں صوبوں کے مابین برابری کی بنیاد پر ہو تاکہ بھائی چارے اور یکجہتی کی فضا کو فروغ دیا جا سکے اور دونوں صوبوں کے عوام میں مفاہمت کے جذبے کو تقویت ملے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلی قرارداد چودھری مونس الٰہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، ڈاکٹر محمد افضل، جناب شیر علی خان کی ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

سرکاری ہسپتالوں میں مریضوں کی شکایت پر فوری ایکشن کے لئے چیکنگ سیل کے قیام کا مطالبہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت جلد از جلد سرکاری ہسپتالوں کے لئے ایک چیکنگ سیل(checking cell) قائم کرے جو مریضوں کی شکایات پر فوری ایکشن(action) لے تاکہ سرکاری ہسپتالوں میں ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکل سٹاف کی روز بروز بڑھتی ہوئی لاپرواہی، غفلت اور غیر ذمہ داری پر قابو پایا جاسکے اور مریضوں کو صحیح معنوں میں relief مل سکے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت جلد از جلد سرکاری ہسپتالوں کے لئے ایک چیکنگ سیل(checking cell) قائم کرے جو مریضوں کی شکایات پر فوری ایکشن(action) لے تاکہ سرکاری ہسپتالوں میں ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکل سٹاف کی روز بروز بڑھتی ہوئی لاپرواہی، غفلت اور غیر ذمہ داری پر قابو پایا جاسکے اور مریضوں کو صحیح معنوں میں relief مل سکے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس قرارداد کے اس حصے کو جو انہوں نے ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکل سٹاف کو generalize کیا ہے اور کہا ہے کہ روز بروز ان کی بڑھتی ہوئی لاپرواہی، غفلت اور غیر ذمہ داری، اس کو میں object کرتا ہوں۔ اگر یہ اس کو نکال دیں تو ٹھیک ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حکومت اس کو چیک کرے۔ چیکنگ کے لئے already پورا طریق کار موجود ہے۔ اس کو further strengthen کر دیں گے لیکن ایک پوری کلاس کو اس طرح general blame دینا کہ وہ لاپرواہ ہے، غفلت اور غیر ذمہ دار ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحبہ کا خود بھی اس برادری سے تعلق ہے تو ہاؤس کی طرف سے یہ کوئی اچھا message نہیں جائے گا۔ اگر یہ اس حصے کو delete کر دیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس میں further جو بھی ضروری

اقدامات ہیں وہ کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ڈاکٹر صاحبان یا پیرا میڈیکل سٹاف میں سے کچھ لوگ ضرور ایسے ہوں گے جو لاپرواہی بھی کرتے ہوں گے، غفلت بھی کرتے ہوں گے اور غیر ذمہ دار بھی ہوں گے لیکن سبھی کو اس طرح سے generalize کرنا مناسب نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں already محترمہ سیمل کامران نے بھی ایک ترمیم دی ہوئی ہے وہ کیا ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں باقی پوری قرارداد سے متفق ہوں لیکن اس میں جو چیکنگ سیل کی تجویز ہے اس کو کچھ define نہیں کیا گیا۔ اگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم نے ڈاکٹروں، پیرا میڈیکل سٹاف کی بڑھتی ہوئی لاپرواہیوں کو روکنا ہے جو کہ ایک حقیقت ہے۔ آج آپ دیکھیں کہ سرکاری ہسپتالوں میں دوائیاں موجود ہوتی ہیں مگر وہ مریضوں کو نہیں دی جاتیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ یہ ان کی deliberate negligence ہے لیکن undeliberately بھی لوگ اس طرح سے کرتے ہیں۔ ہسپتالوں کے گائنی وارڈوں میں سے بچے چوری ہونے کی وارداتوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے ان issues کو professional بندہ ہی سمجھ سکتا ہے اور اس کے بارے میں وہی analyze کر سکتا ہے کہ اس کو کس طرح سے solve کرنا ہے۔ میں نے یہ ترمیم دی تھی کہ اس checking cell میں کوالیفائیڈ ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر اور پیرا میڈیکل سٹاف کو شامل کیا جائے کیونکہ وہ professionals ہیں، وہ اس شعبہ اور اس فیلڈ کے ہیں وہی اس کو بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ اس میں آپ اپنی powers ختم کر رہی ہیں کہ آپ یہ محدود کر رہی ہیں۔ کوالیفائیڈ ڈاکٹر اور پیرا میڈیکل سٹاف، عوامی نمائندہ کہاں پر گیا؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بے شک عوامی نمائندہ بھی اس میں شامل کر لیں۔ فرض کریں کہ جب خواتین الٹراساؤنڈ کرانے کے لئے گئی ہیں، وہ وہاں پر بیٹھی ہوئی ہیں، ان کا مسئلہ genuine ہے۔ وہاں پر under training doctors موجود ہیں اور وہ ان کو attend properly نہیں کر رہے۔ اگر کسی بھی مریض کو کوئی بھی شکایت ہوتی ہے تو میں as a person اس کی کوئی بھی help کر سکتی ہوں۔ مگر بہت سارے ایسے issues ہوتے ہیں جو ایک female doctor ہی female patient کے issues کو proper handle اور proper guide کر سکتی ہے۔ بہت ساری ایسی اموات واقع ہوئی ہیں جو اس وقت ڈاکٹروں کے proper attend نہ کرنے کی وجہ سے یا مریض صحیح جگہ پر نہ پہنچ پایا۔ اس وجہ سے بہت سارے diagnostic affects ہوتے ہیں، لوگوں کے علاج affect ہوتے

ہیں۔ اگر تو یہ کوئی حاضری نہیں لگانی ہے کہ میں بھی بیٹھ کر لگا سکتی ہوں کوئی اور بھی بیٹھ کر لگا سکتا تو ہم نے اس کو professionally handle کرنا ہے، اگر ہم نے performance بہتر کرنی ہے اور ہم progress چاہتے ہیں تو میرے خیال میں professionals کا ہونا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جو objections ہیں وہ پہلے آ گئے ہیں، شاید procedure میں یہ بہتر ہے یا غلط ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، جو ترامیم ہیں وہ پہلے discuss کی جاتی ہیں تاکہ جب پوری قرار داد آئے تو اس کے ساتھ اس میں جو addition یا deletion ہونا ہے وہ اس وقت ہی ہو۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس پورے سسٹم میں جو flow ہے، being a doctor and being very well and very deeply involved in the health system مجھے صرف اس قرار داد کو لانے کا مقصد یا Checking Cell کو لانے کا مقصد Management Cadre کی بات کرنے کا ہے کہ ہسپتالوں کی جو management ہے اس میں جو لوگ چاہے وہ ڈاکٹر ہیں، چاہے وہ نہیں ہیں، چاہے وہ پولیس ہے، چاہے وہ عوامی نمائندہ ہے، Checking Cell کا نام ہی اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کو restrict نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً ڈاکٹر ڈاکٹر کو چیک نہ کرے، پیرا میڈیک پیرا میڈیک کو چیک نہ کرے۔ اس کی فلاسفی ہی یہی ہے کہ Checking Cell لفظ اسی لئے لکھا گیا ہے کہ ایک valid range checking on the spot کہ یہ التواء میں نہ چلا جائے کہ سال سال، دو دو سال انکوائریاں ہوں اور بقول جیسا کہ میری بہن نے کہا ہے کہ بچے چوری ہو رہے ہیں۔ یہ بالکل صحیح باتیں ہیں Checking Cell کے لفظ کو اگر آپ بدلنا چاہتے ہیں تو management cadre لکھا جا سکتا ہے لیکن Checking Cell میں تمام لوگ آ جاتے ہیں اور کہیں بھی ڈاکٹروں یا پیرا میڈیکل سٹاف کی تضحیک نہیں ہے۔ پاکستان کا ہر شخص from President to last person یہ ہمارا ایمان ہے کہ he is answerable اور اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ checking cell کو broodmare کرنے کے لئے ہی یہ لفظ لکھا گیا ہے اور اس میں قطعاً کسی clause میں اگر آپ اس کو دوبارہ لکھنا چاہتے ہیں، میں بیٹھ جاتی ہوں ٹھیک ہے کیونکہ I don't want to kill this یہ اہم issue ہے۔ کچھ باتیں محترمہ سیمل کامران نے بتا دی ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ جو غفلتیں اور اموات اور negligence look over ہوتی ہیں اس کے لئے بے شک ایک specific unit یا چیکنگ سیل

یا جو اسے کہیں۔ وزیر صاحب جیسے کہتے ہیں میں اس کو ترمیم کر کے لے آتی ہوں لیکن فلاسفی یہی ہے کہ اگر ہم نے اس کو Management Cadre کہہ دیا یا ہم نے اس کو صرف ڈاکٹروں کے حوالے کر دیا تو انصاف نہ ہو گا۔ یہ ایک انتہائی اہم creation ہو گی اور space ہو گی for check and balance for instant یعنی جس جگہ پر فوری طور پر متقاضی ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو further debate کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں already Punjab Medical and Health Institution Act 2003. ہے اس کے تحت انتظامی بورڈ ہے، اس کے تحت Vigilance کمیٹیاں بنائی گئی ہیں ان Vigilance کمیٹیوں کو آپ Checking Cell کہہ لیں اس میں کوئی بات نہیں ہے۔ یہ سسٹم already موجود ہے اس کو مزید strengthen کر دیں گے۔ میرا اعتراض تو صرف یہ ہے کہ جو انہوں نے ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی روز بروز بڑھتی ہوئی لاپرواہی، غفلت اور غیر ذمہ داری کے حوالے سے کہا ہے تو یہ کوئی اچھا message نہیں جائے گا۔ اس کو حذف کر کے پیش کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کو آئندہ پرائیویٹ ممبرز ڈے تک کے لئے pending کر دیتے ہیں اور ڈاکٹر صاحبہ! آپ اس میں ترمیم کر کے لے آئیں۔ اس کے بعد اگلی قرارداد میاں محمد شفیق آرائیں صاحب کی ہے۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی قرارداد شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

بجلی کی بچت کے لئے شادی بیاہ اور سرکاری و غیر سرکاری تقریبات رات 10 بجے کے بعد تک منعقد کرنے پر پابندی کا مطالبہ

شیخ علاؤالدین: میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:۔

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حالیہ لوڈشیڈنگ کے باعث بجلی کی بچت کے لئے اور دہشت گردی کے پیش نظر شادی بیاہ اور اس کی تمام رسومات کے فنکشن اور دیگر سرکاری و غیر سرکاری تقریبات، شادی ہالز، پارکوں، ہوٹلوں، سڑکات اور دیگر کھلی جگہوں پر رات دس بجے کے بعد منعقد کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔ خلاف ورزی پر قانون کے مطابق سزا دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حالیہ لوڈشیڈنگ کے باعث بجلی کی بچت کے لئے اور دہشت گردی کے پیش نظر شادی بیاہ اور اس کی تمام رسومات کے فنکشن اور دیگر سرکاری وغیر سرکاری تقریبات، شادی ہالز، پارکوں، ہوٹلوں، سڑکات اور دیگر کھلی جگہوں پر رات دس بجے کے بعد منعقد کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔ خلاف ورزی پر قانون کے مطابق سزا دی جائے۔"

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! I oppose it

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پوری دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ اس گھٹن کے دور میں آج جو ہماری national security at stake ہے اور بم پھٹ رہے ہیں اور بڑی ایک قسم کی مایوسی پھیلی ہوئی ہے تو ان حالات میں خوشی کے چند لمحات کو بھی اگر ہم ban کر دیں اور ان کی خوشیاں چھین لیں تو میرے خیال میں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ جہاں تک شیخ صاحب کا prospective ہے تو اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس سے اگر بجلی کی بچت ہو لیکن کیا بجلی بچا کر ہم خوشیاں تو نہیں چھین سکتے؟ اس سے کافی لوگوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ ان میں ہوٹلنگ اور کیٹرنگ والوں کے گھروں کے چولہے جل رہے ہیں تو میں نہیں چاہتا کہ اس قرارداد کے ذریعے جلنے والے چولہوں کو بند کر دیا جائے۔ بہت مہربانی

جناب ڈپٹی سپیکر: مستی خیل صاحب! آپ شادی پہلے کیوں نہیں کر لیتے؟ (قہقہے)

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! الحمد للہ میں شادی شدہ ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ مستی خیل صاحب! میں آپ کی شادی کی بات نہیں کر رہا اور آپ اسے اپنے اوپر کیوں لے جا رہے ہیں؟ میں کہہ رہا ہوں کہ شادی جب شروع ہی دس بجے ہو گی تو پھر تاخیر تو ہو گی اس لئے اگر وقت پر شروع کر لیں۔

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! شریعت محمدی نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے اور اس پر کوئی ban نہیں ہے۔

خواجہ محمد اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

خواجہ محمد اسلام: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں جس برائی کی طرف اس ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور پچھلے اجلاس میں بھی اس پر بات ہوئی تھی کہ ہمارے لاہور، فیصل آباد اور مختلف شہروں میں ریسٹورنٹ پر شیشے کے حقے رکھے ہوئے ہیں۔ آج بھی لاہور گورومانگٹ روڈ، مین بلیوارڈ نیشنل پارک اور فیصل آباد کوہ نورون میں اسی طرح شیشے کے حقے چلائے جا رہے ہیں اور بدقسمتی یہ ہے کہ سٹوڈنٹ سکول اور کالج سے اٹھ کر وہاں جاتے ہیں اور اس کا استعمال کر کے اس برائی میں مسلسل اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ میری لاء منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اس بات کو انتظامیہ کے ذریعے فیصل آباد، راولپنڈی اور لاہور میں ensure کروائیں کہ یہ نہ ہو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! اس وقت ہم قرارداد لے رہے ہیں تو چونکہ قرارداد پیش ہے اور اس کی مخالفت ہوئی ہے تو اس پر بات ہو رہی ہے، آپ کوئی اور بات کر رہے ہیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! قرارداد کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ شیخ صاحب صرف اپنی برادری کو پابند کر لیں کہ وقت کی پابندی کرے تو یہ برائی ختم ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ اگر بیوٹی پارلر سے آنے میں دلہن لیٹ ہو جائے یا آج کل چونکہ دولہے بھی بیوٹی پارلر جاتے ہیں تو وہ لیٹ ہو جائیں تو پھر شیخ صاحب انہیں گرفتار کروا دیں گے جو کہ بڑی زیادتی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: فائزہ ملک صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے آبپاشی و قوت برقی (محترمہ فائزہ احمد ملک): شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ یہ کافی serious بات ہے اور ہم اسے ہنسی مذاق میں نہ لیں کیونکہ ہم جن لوگوں کی نمائندگی کے لئے یہاں بیٹھے ہیں یہ ان کا مسئلہ ہے۔ ہمیں ان کے حوالے سے یہ سوچنا چاہئے کہ اگر ہم دس بجے کی پابندی کرتے ہیں تو کیا کاروبار کرنے والے لوگ یا 10 / 9 بجے اپنی دکانیں بند کرنے والے شادیوں کا حصہ نہیں بنیں گے یا اپنے کسی عزیز و اقارب کی خوشی کے موقع پر کیسے پہنچیں گے؟ بہر حال میں صرف شادی میں سجاوٹ کے حوالے سے بات کروں گی کہ لوڈشیڈنگ ختم کرنے کے لئے قوم بجلی کی بچت کرے اور ہمیں اس پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ اگر اس میں ترمیم کر لیں کہ سٹیج پر سجاوٹ کے

لئے اضافی لائٹنگ اور پھولوں کی سجاوٹ پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں تو اس میں سادگی اپنانی چاہئے نہ کہ ہم پورے صوبے کو اس چیز کا پابند کر دیں کہ وہ اپنی خوشیوں کو صحیح طریقے سے نہ منا سکیں کیونکہ یہ بات ان لوگوں کی ہے جن کے گھروں میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنے گھروں میں شادیاں کریں۔ انہیں باہر پارکنگ یا public places پر شادی کرنی پڑتی ہے۔ شیخ صاحب کا تو ماشاءاللہ اتنا بڑا گھر ہو گا کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی چاہے ساری رات شادی کریں اور میرا خیال ہے کہ انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں سوچا جائے جن لوگوں کے گھر چھوٹے ہیں اور گھروں سے باہر انہوں نے سڑکوں پر آنا ہے اور وہاں پر اپنے functions کرنے ہیں۔ ان لوگوں کی بھلائی اور فائدے کی بات ہونی چاہئے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں فائزہ صاحبہ کی بات کو ہی آگے لے کر چلتی ہوں۔ آپ کو پتا ہے کہ آج کل جہاں پر روشنی کم ہو وہاں پر ڈکیتی بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ شیخ صاحب شاید crime بڑھانے کی بات کر رہے ہیں۔ اس کا ایک وقت رکھ لیا جائے جیسے وزیراعلیٰ صاحب نے دس بجے تک کا اعلان کیا تھا۔ اگر زیادہ سے زیادہ بارہ بجے تک کا وقت ہو تو بہتر ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ لائٹنگ بند کرنے سے ڈکیتی اور راہزنی کی وارداتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں تو شیخ صاحب اس پر خود بھی سوچیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ انجم صفدر صاحبہ!

محترمہ انجم صفدر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں شیخ صاحب کی قرارداد کی بھرپور تائید کرتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایک تو سردیوں کے دن ہیں اور راتیں بھی لمبی ہیں اور شام جلد ہو جاتی ہے تو میرے خیال میں دس بجے تک کا وقت بڑا صحیح ہے۔ اگر ہم صحیح چیزوں پر عمل کرنا شروع کر دیں تو میرے خیال میں یہ قوم ترقی کر سکتی ہے۔ ہم لوگ عام سڑک پر گاڑی چلاتے ہیں تو وہاں پر ہمارا رویہ اور ہوتا ہے اور جب ہم موٹروے پر گاڑی چلاتے ہیں تو ہمیں ڈرائیونگ کے تمام طریقے آ جاتے ہیں (نعرہ ہائے تحسین)

میں اپنی مثال دوں گی کہ میں نے اگر اپنے گھر میں شادیاں کی ہیں اور میں نے دس بجے کے بعد ٹینٹ والوں کو گھر بھیج دیا۔ جب لوگوں کو پتا تھا کہ اس گھر میں شادی وقت مقررہ پر ہونی ہے اور آپ مانیں نہ یا مانیں کہ جب آپ شادی پر جاتے ہیں تو بارہ ایک بجے کہیں جا کر بارات آتی ہے اور شادی میں

شریک لوگوں میں سے کوئی ایک چہرہ بھی آپ کو خوش نظر نہیں آئے گا اور ان کے بچے رو رہے ہوتے ہیں۔ خواجہ اسلام صاحب کی شادی کی میں خود گواہ ہوں کہ میں نے ان سے تین دفعہ اجازت لی تھی کہ مجھے اجازت دے دیں کہ میرے بچوں نے صبح سکول جانا ہے۔ ان کے گھر سے تو بارات ہی رات ایک بجے چلی تھی۔

جناب سپیکر! اگر اچھی چیزوں کی تجویز آتی ہے تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس میں برائی نہیں ہے یقیناً اس سے ہم energy بھی بچائیں گے اور اپنے سب سے قیمتی وقت کے ضیاع کو بھی بچائیں گے۔ اچھی چیزوں کو کرنے کا سوچیں تو سہی کیونکہ میں موٹر وے کی مثال دیتی ہوں کہ جب ڈرائیور موٹر وے پر گاڑی لے کر جاتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے ایک جہاز کا پائلٹ گاڑی چلا رہا ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: عظمیٰ بخاری صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجوانان (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ قرارداد کی مخالفت یا حمایت کرنے سے پہلے قرارداد کو پڑھ لینا چاہئے۔ شیخ علاؤالدین صاحب نے عوامی مفاد کی بات کی ہے تو اس کے پیش نظر حکومت پنجاب کی پالیسی statement بھی آچکی ہے کہ بجلی کی بچت اور حالات کے پیش نظر شادیوں کو وقت پر wind up ہو جانا چاہئے۔ ابھی مجھے کچھ لوگوں کی باتیں سن کر حیرت ہو رہی تھی کہ وہ لوگ شامل نہیں ہوئے اور وہاں پر یہ نہیں ہو گا تو جو قوم رات کو جاگ کر صبح چار بجے کے بعد دن کے وقت سوئے گی تو وہ صبح اٹھ کر کام کاج پر کیسے جائے گی؟ اس لئے اپنی قوم کو بھی صبح وقت پر دفتروں میں پہنچنے کی عادت ڈالنے کے لئے بھی بہتر ہے کہ functions کو وقت پر ختم ہونا چاہئے۔ میں شیخ صاحب کی اس قرارداد کی پر زور حمایت کرتی ہوں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک طرف آپ سادگی کی بات کرتے ہیں کہ غریب کی بات کرنی چاہئے اور دوسری طرف پر تعیش قسم کی آسائشوں کی اجازت دینے کی بات کرتے ہیں کہ لائٹنگ بھی ہونی چاہئے اور دیر تک ہونی چاہئے۔ سادگی چھوڑ دیں یا پھر منافقت اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! اس میں ایک چیز اور بھی ہے کہ دولہا اور دلہن پر بھی رحم کیا جانا چاہئے کہ جتنی جلدی یہ رسومات ختم ہوں گی ان کو۔۔۔ (قہقہے)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے بہت اچھی بات کی ہے۔ دولہا اور دلہن کے پاس تو پھر ساری عمر ہی وقت ہوتا ہے اور یہ کوئی اسی رات کی بات نہیں ہے۔ ان کے پاس تو ساری عمر ہی وقت ہوتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی بات کر لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کریں۔

شیخ علاؤالدین: میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج آپ نے بہت مہربانی کی ہے کہ ایک تو آپ نے مستی خیل صاحب کو جب شادی کا کہا تو ان کا رنگ دیکھنے والا تھا اور وہ بہت خوش ہوئے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبر جناب ثناء اللہ خان مستی خیل لابی سے بھاگتے ہوئے
ایوان میں داخل ہوئے)

جس سے مجھے احساس ہوا کہ میرے کچھ ایسے ساتھی بھی ہیں جو مجھے واقعی دل سے چاہتے ہیں کہ چلو میری کسی وجہ سے شاید ان کا کام بن جائے۔ دوسرا ہماری معزز ممبر محترمہ فائزہ ملک صاحبہ نے میرے گھر میں شادی کے بارے میں بات کی تو مجھے ایسا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔ ایک تو میں نے یہ کہنا ہے اور دوسرا یہ کہ یہاں ہمارے کچھ معزز رکن یہ کہہ رہے ہیں کہ خوشی کے چند لمحات کے لئے، بسنت بھی تو خوشی کا ہی لمحہ ہے، گھوڑا ریس بھی خوشی کا لمحہ ہے۔ اس طرح تو پھر شراب اور چرس بھی خوشی کے لئے ہی ہیں۔ (قطع کلامیاں)

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس معزز ایوان کے سامنے یہ سوال رکھ لیں آپ خود بھی سمجھتے ہیں کہ late marriages، مارکیٹیں لیٹ کھلنے اور late ہوٹلنگ کے کیا مضر اثرات پڑتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں، سب تشریف رکھیں۔ بات صرف اتنی سی ہے، مستی خیل صاحب! چودھری شیر علی صاحب! میں آپ کو اس کے بعد floor دیتا ہوں۔ چونکہ اس پر کافی زیادہ دوستوں نے بات کر لی ہے۔ آخری بات شیر علی صاحب کر لیں اس کے بعد میں سوال put کروں گا۔

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! شیخ صاحب نے جو تجویز دی ہے کہ 10 بجے شادی کی تقریبات ختم کر دی جائیں۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ مارکیٹوں کو 10 بجے بند کرنے کا پابند کیا جائے کیونکہ مارکیٹوں میں بہت زیادہ بجلی استعمال ہوتی ہے۔ شادیاں تو کہیں کہیں ہوتی ہیں لیکن مارکیٹیں تو ہر روز

کھلتی ہیں اور ہر سیزن میں کھلتی ہیں۔ اگر بجلی کی بچت کی بات ہے تو شورومز کو بھی پابند کیا جائے کہ انہیں جلدی بند کریں اور مغرب کے ٹائم تک ان کو بند کر دیا جائے۔ گاڑیاں دن کو فروخت ہوتی ہیں، رات کو تو لوگوں کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ گاڑی کیسی ہے؟ انہوں نے کہا کہ شراب پینا اور چرس پینا، تو اس کا شادی سے کیا تعلق ہے؟ گزارش ہے کہ مارکیٹوں کو بند کرنے کی بات کی جائے نہ کہ شادیوں کی تقریبات پر پابندی لگائی جائے، شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حالیہ لوڈشیڈنگ کے باعث بجلی کی بچت کے لئے اور دہشت گردی کے پیش نظر شادی بیاہ اور اس کی تمام رسومات کے فنکشن اور دیگر سرکاری و غیر سرکاری تقریبات، شادی ہالز، پارکوں، ہوٹلوں، سڑکات اور دیگر کھلی جگہوں پر رات 10 بجے کے بعد منعقد کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔ خلاف ورزی پر قانون کے مطابق سزا دی جائے۔"

جو اس کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں۔

معزز ممبران: ہاں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں۔

معزز ممبران: نہ۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس وقت اذان ہو رہی ہے، ممبران سے گزارش ہے کہ خاموشی اختیار کریں اور اذان سنیں۔

(اذان ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: جو بات ابھی یہاں قرارداد کے حق میں اور مخالفت میں ہو رہی تھی اس میں rules بڑے clear ہیں۔ rule 208 procedure for voting کو explain کرتا ہے۔ اس کی clause2 یہ ہے کہ:

If the opinion of the Speaker as to the decision of the question is challenged and Division is demanded, he may direct that the votes be taken by Division in the manner set out in the Sixth Schedule

or the Speaker may ask the members who are for "Ayes" and those for "Noes", respectively, to rise in their places and on a count being taken he shall declare the decision of the Assembly in which case, names of the voters shall not be recorded.

یہاں جو rule ہے اس کے مطابق جو اس کے حق میں ہیں میں ان سے request کروں گا کہ وہ ذرا کھڑے ہو جائیں تاکہ ان کی counting ہو جائے۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تمام ساتھی تشریف رکھیں، جو اس کے خلاف ہیں وہ کھڑے ہو جائیں ان کی گنتی ہو گی۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی ہونے کے بعد فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہوا، فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہوا۔ قرارداد منظور ہوئی۔

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب رانا ثناء اللہ خان وزیر قانون اور راجہ ریاض احمد سینئر وزیر نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے 3۔نومبر 2007 کی مناسبت سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی بڑی positive سی Resolution ہے آپ بے شک اس کو لے لیں۔ پھر آج کا ایجنڈا complete ہو جائے گا اس کے بعد پھر میں تحریک پیش کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

سرکاری ملازمین کو پنجاب گورنمنٹ سرونٹس ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کی جانب سے کی جانے والی کٹوتی اپنی صوابدید کے تحت کروانے کی اجازت کا مطالبہ

محترمہ زوبیہ رباب ملک: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اور وزیر قانون کی بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہ قرارداد پیش کرنے کا موقع دیا۔

"اس ایوان کی رائے ہے کہ سرکاری ملازمین کو ریٹائرمنٹ کے بعد ہاؤسنگ کالونی میں ملنے والے گھروں کی ماہانہ قسط کی کٹوتی اپنی صوابدید کے مطابق کروانے کی اجازت دی جائے تاکہ بوقت ریٹائرمنٹ ان پر کم سے کم بوجھ رہ جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ سرکاری ملازمین کو ریٹائرمنٹ کے بعد ہاؤسنگ کالونی میں ملنے والے گھروں کی ماہانہ قسط کی کٹوتی اپنی صوابدید کے مطابق کروانے کی اجازت دی جائے تاکہ بوقت ریٹائرمنٹ ان پر کم سے کم بوجھ رہ جائے۔"

چونکہ اس کی مخالفت نہیں کی گئی۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ

"اس ایوان کی رائے ہے کہ سرکاری ملازمین کو ریٹائرمنٹ کے بعد ہاؤسنگ کالونی میں ملنے والے گھروں کی ماہانہ قسط کی کٹوتی اپنی صوابدید کے مطابق کروانے کی اجازت دی جائے تاکہ بوقت ریٹائرمنٹ ان پر کم سے کم بوجھ رہ جائے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون اپنی تحریک پیش کریں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے 3۔نومبر 2007 کی مناسبت سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر:یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ115اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے 3۔نومبر 2007 کی مناسبت سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب محمد محسن خان لغاری:پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. DEPUTY SPEAKER: This is point of order or you are opposing this.

MR. MUHAUMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: No, Sir; this is the point of order, I think, we are moving away from rules and procedures as I understand.

میری understanding میں کوئی کمی ہو تو آپ مہربانی کر کے مجھے اس میں correct کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:میری عرض سن لیں کہ اگر اس سے متعلقہ نہیں ہے تو۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!اسی سے متعلقہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!ہم نے پچھلے سیشن میں بھی یہی کچھ کیا کہ Private Members' Day پر ایک گورنمنٹ بزنس لے کر آئے۔اس دن جو جواز دیا گیا وہ یہ تھا کیونکہ اس کی اجازت ایک دن پہلے لے لی گئی تھی اس لئے وہ چیز چل رہی ہے اور آج ہم پھر سے گورنمنٹ بزنس Private Members' Day پر لے کر آرہے ہیں۔میں آپ کے لئے تھوڑا سا اسی کتاب سے پڑھ دیتا ہوں۔

26. Classes of business.- (1) The business of the Assembly shall be classified as-

(a) Government business; or

(b) Private Members' day.

(2) Government business shall include Bills, Resolutions, amendments and other motions introduced or initiated by a Minister.

(3) Private Members' business shall include Bill, Resolutions, amendments and other motions introduced or initiated by private members.

آج کے دن میں میری عقل اور سمجھ کے مطابق گورنمنٹ بزنس نہیں آ سکتا۔اس میں ہم غلط مثال قائم کر رہے ہیں،اکثریت کے ساتھ آپ بالکل جو مرضی کریں لیکن ہم جو روایت شروع کرتے ہیں وہ بہت دور تک جاتی ہیں۔اگر آج ہم اس طرح کریں گے اور ہم جمہوریت کے دعوے دار بنتے ہیں اور بڑے بڑے اس وقت دعوے کرتے ہیں اگر یہ کرنا ہی تھا تو تھوڑی سی منصوبہ بندی کر کے balloting سے پہلے اس ہاؤس کے تین سو لوگوں سے آپ یہ Resolution Private Members' Day کے حساب سے اس میں جمع کروا دیتے اور وہ balloting میں آ جاتی اور وہ آج ہی آ جاتی تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا لیکن آج یہ نہیں آ سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! میری اب عرض سن لیں کہ جب ہم بات کرتے ہیں تو آپ rules کی بات کر رہے ہیں تو یہ جو تحریک پیش کی گئی ہے تو اس میں rules کو معطل کر کے پیش کرنے کی بات کی گئی ہے۔ مطلب ہے کہ آپ دیکھیں کہ اس کا mode point کیا ہے، آپ rules کو quote کر رہے ہیں اور یہاں پر جو تحریک آئی ہے وہ rules کو معطل کرنے کی تحریک آئی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! نہیں آ سکتی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: This is no way دیکھیں! جب rules کی بات کرتے ہیں تو چاہے وہ Private Members' Day کا ہے، چاہے وہ اسمبلی کا ہے اور چاہے وہ حکومت کا ہے تو جب ہم rules کی بات کر رہے ہیں تو یہ میں کسی ایک طرف سے نہیں بلکہ میں stricto sensu rules کے مطابق بات کر رہا ہوں اس کے اندر.....

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جب ہم گزارش کرتے ہیں کہ rules کو معطل کر کے کر دیا جائے تو ہماری بات کو تو ہمیشہ Chair رد کر دیتی ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، بالکل نہیں، This is again wrong

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پچھلی دفعہ ہم نے کیری لوگر بل پر بحث کے لئے قرارداد لانے کی کوشش کی تو ہماری بات کو رد کر دیا گیا۔ ہم نے "این آر او" پر قرارداد لانے کی کوشش کی تو اس کو بھی رد کر دیا گیا۔ حکومت نے پچھلی دفعہ 12۔اکتوبر والے دن لانے کی کوشش کی تو 12۔اکتوبر کے دن کورم پورا نہیں ہوا اور یہ fact ہے کہ ہمارے بھائیوں اور بہنوں کا اسمبلی آف بزنس کے اندر اتنا interest ہے۔ ایک چیز جس کے اندر ruling coalition اپنا point score کرنا چاہتی تھی اس دن لوگ نہیں آئے اور اس لئے نہیں آئے کہ اس اسمبلی کی کوئی significance نہیں سمجھتا۔ آج بھی میرے خیال میں لوگوں کو زبردستی بلا بلا کر کورم پورا کیا گیا ہے کیونکہ تھوڑی دیر پہلے تک تو یہ لوگ ہاؤس میں نہیں تھے اور رانا ثناء اللہ صاحب واحد ایک منسٹر تھے جو یہاں پر بیٹھے ہوئے تھے، اب ماشاء اللہ منسٹر بھی پورے ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری بھی پورے ہیں تو یہ bulldoze کرنے والی بات ہو رہی ہے۔ اس اسمبلی کی significance ہم بنائیں گے تو انہیں قانون کے ساتھ جب ہم چلیں گے تو بات تب جا کر بنے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! ہم لوگ ہمیشہ rule of law اور supremacy of Parliament کی بات کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے اور یہ Chair ہمیشہ اس بات کا خیال رکھے گی، اس وقت جو آپ نے point out کیا ہے آپ کا right ہے لیکن یہاں پر rules کو معطل کر کے پیش کرنے کی بات ہو رہی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کبھی ہمارے لئے بھی rules معطل کر دیا کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب سپیکر! جب آپ کا وقت آئے گا تو دیکھیں گے کیونکہ اس کے لئے voting ہے اور یہ نہیں ہو رہا کہ Chair معطل کر رہی ہے، یہ ہاؤس کو question put کیا جا رہا ہے، یہ right ہاؤس کے پاس ہے اور کسی فرد واحد کے پاس یہ right نہیں ہے۔ آپ کا point اور objection آ گیا اب آپ تشریف رکھیں۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے 3۔نومبر 2007 کی مناسبت سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

قرارداد

فوجی آمر کی جانب سے 3۔نومبر 2007 کو ملک میں نافذ کی گئی ایمرجنسی کی پر زور مذمت

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محرک اپنی قرارداد پیش کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ نمائندہ ایوان آج 3۔نومبر کے دن سال 2007 میں ایک فوجی آمر کی جانب سے لگائی جانے والی emergency plus کو Martial Law قرار دیتا ہے اور 3۔نومبر 2007 کو اس ملک کی سیاسی تاریخ کا سیاہ ترین دن سمجھتا ہے۔ اس روز اس آمر نے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے آئین پاکستان کو دوسری بار معطل کیا۔ عدلیہ کو مفلوج کرنے کی ناپاک سازش کی اور عدلیہ کے 60 سے زیادہ ججوں کو نہ صرف غیر قانونی طور پر برطرف کیا بلکہ انہیں بچوں سمیت قید بھی کر دیا۔ یہ ایوان اس فوجی آمر کے ان تمام اقدامات کو خلاف آئین، خلاف قانون اور خلاف جمہوریت قرار دیتا ہے اور اس کی پُرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ یہ ایوان ان غیر آئینی اقدامات کے خلاف سیاسی جماعتوں، وکلاء، سول سوسائٹی، میڈیا اور عوام کی تاریخی جدوجہد کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ یہ ایوان اس امر کا عہد کرتا ہے کہ ملک میں جمہوریت کو مضبوط کیا جائے گا اور اس قسم کے غیر جمہوری اور غیر آئینی اقدامات کی آئندہ بھی بھرپور مذمت کی جائے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں آپ سے دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ ایک تو یہ کہ آج کے دن اور اس Resolution کی مناسبت سے اس معزز ایوان میں بیٹھے جتنے بھی معزز ممبران ہیں وہ جتنے بھی چاہیں آپ ان کو بات کرنے کا موقع دیں اور دوسری میری گزارش ہے کہ ہم پانچ سال تک اس آمر کے دور میں، اس کی باقیات کے دور میں اسی ایوان میں جدوجہد کرتے رہے اور ہر مرتبہ اس جدوجہد کے بعد، قرارداد اور تقریریں کرنے کے بعد ہم اسمبلی کی سیڑھیوں پر جاتے تھے اور "گو مشرف گو" نعرے لگاتے تھے۔ آج الحمدللہ مشرف تو جا چکا ہے اور اس ملک میں جمہوریت ہے تو آج جب یہ قرارداد پاس ہو جائے تو آپ بھی ہمارا ساتھ دیں اور ہم سب مل کر اسی یاد کو دہرائیں گے اور protest کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اگر یہی بزنس Monday یا Wednesday یا Thursday یا Friday کو آتا تو ہم ان کے ساتھ اس میں بحث بھی کرتے اور اس کو oppose کرنا ہوتا تو oppose بھی کرتے لیکن آج چونکہ ہماری سمجھ کے مطابق یہ غیر آئینی اور غیر قانونی ہو رہا ہے اور Rules of Procedure کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ ہم لوگ احتجاجاً اس بات پر واک آؤٹ کر کے جا رہے ہیں۔ ("گو مشرف گو" کے نعرے)

(اس مرحلہ پر معزز ممبر حزب اختلاف جناب محمد محسن خان لغاری
ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ نمائندہ ایوان آج 3۔نومبر کے دن سال 2007 میں ایک فوجی آمر کی جانب سے لگائی جانے والی emergency plus کو Martial Law قرار دیتا ہے اور 3۔نومبر 2007 کو اس ملک کی سیاسی تاریخ کا سیاہ ترین دن سمجھتا ہے۔ اس روز اس آمر نے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے آئین پاکستان کو دوسری بار معطل کیا۔ عدلیہ کو مفلوج کرنے کی ناپاک سازش کی اور عدلیہ کے 60 سے زیادہ ججوں کو نہ صرف غیر قانونی طور پر برطرف کیا بلکہ انہیں بچوں سمیت قید بھی کر دیا۔ یہ ایوان اس فوجی آمر کے ان تمام اقدامات کو

خلاف آئین، خلاف قانون اور خلاف جمہوریت قرار دیتا ہے اور ان کی پُرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔یہ ایوان ان غیرآئینی اقدامات کے خلاف سیاسی جماعتوں، وکلاء، سول سوسائٹی، میڈیا اور عوام کی تاریخی جدوجہد کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ یہ ایوان اس امر کا عہد کرتا ہے کہ ملک میں جمہوریت کو مضبوط کیا جائے گا اور اس قسم کے غیر جمہوری اور غیر آئینی اقدامات کی آئندہ بھی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔"

اس قرارداد کی چونکہ کوئی مخالفت نہیں کی گئی اور اس لئے اب سوال یہ ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ نمائندہ ایوان آج 3۔نومبر کے دن سال 2007 میں ایک فوجی آمر کی جانب سے لگائی جانے والی emergency plus کو Martial Law قرار دیتا ہے اور 3۔نومبر 2007 کو اس ملک کی سیاسی تاریخ کا سیاہ ترین دن سمجھتا ہے۔اس روز اس آمر نے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے آئین پاکستان کو دوسری بار معطل کیا۔ عدلیہ کو مفلوج کرنے کی ناپاک سازش کی اور عدلیہ کے 60 سے زیادہ ججوں کو نہ صرف غیر قانونی طور پر برطرف کیا گیا بلکہ انہیں بچوں سمیت قید بھی کر دیا۔ یہ ایوان اس فوجی آمر کے ان تمام اقدامات کو خلاف آئین، خلاف قانون اور خلاف جمہوریت قرار دیتا ہے اور ان کی پُرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔یہ ایوان ان غیرآئینی اقدامات کے خلاف سیاسی جماعتوں، وکلاء، سول سوسائٹی، میڈیا اور عوام کی تاریخی جدوجہد کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ یہ ایوان اس امر کا عہد کرتا ہے کہ ملک میں جمہوریت کو مضبوط کیا جائے گا اور اس قسم کے غیر جمہوری اور غیر آئینی اقدامات کی آئندہ بھی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو اس قرارداد کے متفقہ طور پر منظور ہونے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خواجہ سلمان صاحب!

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ احتجاج میں شامل نہیں ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب والا!میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہاں پر جو جمہوریت کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں، جمہوری ملک ہے اور یہ سب کا حق ہے۔اسی آمر کی اتنی ساری۔۔۔(قطع کلامیاں)

معزز ممبران حزب اختلاف: تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا!میں قرارداد پر بات نہیں کر رہی۔ میں صرف یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ اسی آمر کی پیداوار یہ لوٹے بھی ہیں۔ جس بھی آمر نے جو غلط کام کئے ہیں اس میں لوٹا کریسی بھی شامل ہے۔ تمام جمہوری پارٹیاں مل کر اس کو بھی condemn کریں۔ لوٹا کریسی بھی انہی آمروں کی پیداوار ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ باری باری سب کو موقع دیا جائے گا۔ خواجہ سلمان صاحب!

خواجہ سلمان رفیق: جناب والا!3۔نومبر 2007 کا دن پاکستان کی تاریخ کا یقیناً سیاہ ترین دن ہے۔ جس دن ایک آمر اور ڈکٹیٹر نے سپریم کورٹ پر مسلح حملہ کروایا اور پاکستان کی تاریخ میں ایک سیاہ باب کا اضافہ کیا۔ میں یہاں خراج تحسین پیش کرتا ہوں تمام سیاسی جماعتوں کو، سیاسی کارکنوں کو، میڈیا کو سول سوسائٹی کو، وکلاء کو جن کی جدوجہد کے نتیجہ میں 18۔فروری کو پاکستان میں عوامی انقلاب آیا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔(قطع کلامیاں)

خواجہ سلمان رفیق: جب پرویز مشرف کے ان اقدامات کو ہم condemn کرتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ پرویز مشرف پر آرٹیکل 6 لاگو کر کے اس کو سزائے موت دی جائے۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! مجھے Rule 124 پڑھنے کی اجازت دی جائے۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل پڑھیں۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! Rule 124 کہتا ہے کہ:

> There shall be no discussion on a Resolution which has not been opposed.

جناب والا! اس میں صاف لکھا ہوا ہے تو اس پر discussion کیسے ہو رہی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ discussion نہیں ہو رہی بلکہ ہر کوئی اپنا point of view پیش کر رہا ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! discussion اور کیا ہوتی ہے۔؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جنابdiscussionاور کیا ہوتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ نے اپنا احتجاج ختم کر دیا ہے؟

جناب شیر علی خان: جناب والا! ہمیںprotestکرنے کا بھی حق حاصل ہے اورrulesکو point outکرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ اگرrules bulldozeکئے جائیں گے تو یہ جمہوریت کے منافی ہوگا۔ اگر آپdiscussion allowکریں گے تو یہagainst the rulesہوگا۔ اب یہ آپ کی discretionہے۔You are the custodian of the House.اگر آپ انrulesکا خیال نہیں کریں گے تو پھر انrulesکا کون خیال کرے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم شیر علی خان صاحب نے جو pointاٹھایا ہے میں اس کے متعلق وضاحت کرنا چاہوں گا کہ واقعی قرارداد کے اوپرopposeکئے بغیر discussionنہیں ہو سکتی۔ یہ قرارداد پیش ہوئی ہے اور اس کے بعد یہ قرارداد پاس ہو گئی ہے۔ اب قرارداد پاس ہونے کے بعد خراج تحسین کے طور پر تو اس پر بات ہو سکتی ہے اور وہ دوست کرنا چاہتے ہیں۔ یہdiscussionنہیں ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! رانا صاحب یہ فرمادیں کہdiscussionپھر کیا ہوتی ہے؟ میں گزارش یہ کروں گا کہLet's throw this book into the dustbin becauseاس کو ہم نے followتو کرنا نہیں۔ اس سلسلے میںruleبڑا واضح طور پر لکھا ہوا ہے اور وہ خود مان بھی رہے ہیں۔ آپ بھی مان رہے ہیں پھر بھی آپ کہہ رہے ہیں کہdiscussionہو سکتی ہے۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!discussionتب ہوتی اگر Resolution question putکرنے سے پہلے ہوتی۔ قرارداد تو پاس ہو چکی ہے وہ معاملہ تو نمٹایا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اگرHouse in sessionہے تو پھر کسی بھی معاملے پر بات ہو سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں میرا جوpoint of viewہے وہ بھی سن لیں کہ اس سلسلے میں precedentبھی موجود ہیں۔ اسی ایوان کے اندر جب وردی کی حمایت میں قرارداد پاس ہوئی تھی تو اس کے بعد اس پر پھر تین گھنٹے یہاں پر خراج تحسین پیش کئے گئے تھے۔ (قطع کلامیاں)

میراpoint of viewپوراسن لیں۔یہاں پرایک قرارداد پیش ہوئی اس پرایک اعتراض آیا بلکہ واک آؤٹ ہوگیا۔جہاں تک قرارداد کی بات ہے وہ ختم ہوچکی ہے۔قرارداد ایوان نے متفقہ طور پر پاس کرلی ہے۔اب ہاؤس کاbusiness completeہوگیاہے۔ممبران پوائنٹ آف آرڈر پراپنااپنا point of viewپیش کررہے ہیں اوران کو پیش کرنے کی اجازت ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب والا!اس میں میری صرف اتنی گزارش ہے کہ یہاں پر یہی کہا جاتا ہے کہ آمر کے دور میں اس طرح سے ہوا۔ آپ بھی اگر وہی کر رہے ہیں تو What is the difference? What have we achieved on 18th February توہم نے پھر 18۔فروری کو کیاachieveکیاہے؟اگر ہم نے وہی کچھ کرنا ہے جو جنرل پرویز مشرف کے دور میں ہوتا تھااوراگرانہوں نے بھی وہیprecedent followکرنے ہیں اوراسی قرارداد کاآپ نے حوالہ دیاہے جو جنرل پرویز مشرف کے حق میں پاس ہوئی اور اسی کوfollowکرتے ہوئے آج اس کے خلاف تقریریں ہونی ہیں۔اس کامطلب تویہی نکلاکہ آپ جنرل مشرف کے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اس کو مکافات عمل بھی کہاجاتاہے۔جی،چودھری شفیق صاحب!

چودھری محمد شفیق:جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے جناب شیر علی صاحب اور جناب محسن لغاری صاحب کو یہ بتاناچاہتاہوں کہ ہم پاکستان میں اور خصوصاً پنجاب میں یہ نعرہ لگاکرآئے ہیں کہ ہم پارلیمنٹ کی بالادستی چاہتے ہیں، ہم جمہوریت کی بحالی چاہتے ہیں اور ہم آئین کی بالادستی چاہتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے اس میں انہوں نےrulesکو معطل کرنے کی بات کی ہے۔میں یہ سمجھتاہوں کہ جس طرح یہ کہہ رہے ہیں کہrulesکو معطل نہیں کیاجاناچاہئے۔یہ ایوان اس بات کا حق رکھتاہے وہ کسی قرارداد کے حق میں فیصلہ دے یااس کی مخالفت میں فیصلہ دے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:نہیں،اب آپ اس قرارداد پر بات نہیں کرسکتے۔

چودھری محمد شفیق:یہ حق ہمارے ایوان کاہےاوریہ حق ہم نہیں دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:چودھری صاحب!پہلی بات یہ ہے کہ وہ قرارداد اب پاس ہوچکی ہے۔آپ اس قرارداد پر بات نہیں کرسکتے۔آپ نے جواپنی بات کرنی ہے وہ کریں۔

چوہدری محمد شفیق: جناب والا ہم 3-نومبر کے اقدام کی پُرزور مذمت کرتے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف نے جو کالے قوانین بنائے اور یہاں پر جو ظلم کئے ہیں اور جس طریقے سے ججوں کو گھروں میں بند کیا اس کی مذمت کرتے ہیں اور اگر یہ پاکستان میں جمہوریت چاہتے ہیں تو یہ بھی ہمارا ساتھ دیں۔ ہم 3-نومبر کے اقدام کی مذمت بھی کرتے ہیں اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس کی انہیں سزا بھی دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

جناب شیر علی خان: جناب والا! انہوں نے میرا نام لے کر ایک بات کی ہے۔ اس لئے میں Personal explanation کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے اس وقت ہی ان کو amend کر دیا ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ پہلے ان کو یہ کتاب پڑھ لینی چاہئے قرارداد پیش کرنے کے لئے rules suspend ہوئے تھے میں تو گزارش کر رہا ہوں کہ اس قرارداد پر discussion نہیں ہو سکتی۔ Discussion اور بحث میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ میری گزارش صرف اتنی ہے کہ میرا نام لے کر یہ کہتے ہیں کہ ان کو سمجھ نہیں آئی۔ ان کو خود کو سمجھ نہیں ہے۔ ان کو یہ کتاب پڑھ لینی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب اعجاز احمد خان!

معزز ممبران: ہمیں بھی وقت دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سب کو باری باری ٹائم دوں گا۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! 3-نومبر 2007 کے اقدامات آمریت کے اس تسلسل کا نتیجہ تھے جب 12-اکتوبر 1999 کو ملک کے آئین کو توڑ دیا گیا۔ ملک کے اداروں کی تذلیل کی گئی اور یہ 3-نومبر 2007 دوسرا واقعہ تھا جب وطن عزیز کے اندر ایمرجنسی لگا کر دوسرے مارشل لاء کو نافذ کیا گیا۔ وطن عزیز میں نظام عدل کو زمین بوس ہی نہیں کیا گیا بلکہ جس طرح اعلیٰ عدلیہ کے ججوں اور ان کے بچوں کو گھروں میں بند کیا گیا اس سے پوری قوم کے سر شرم سے جھک گئے۔ جہاں آج 3-نومبر 2007 کی بھرپور مذمت کرنے کا دن ہے وہاں جمہوری اداروں کی طرف سے یہ مضبوط پیغام پوری دنیا اور پورے ملک میں پہنچانے کا بھی دن ہے کہ ہم ہر اس شخص کو جو پاکستان کے اداروں کو توڑے، جو پاکستان میں Constitution break کرے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: .This is very wrong. This is very wrong پلیز تشریف رکھیں۔ .No cross talk, no cross talk پلیز تشریف رکھیں۔ جی، اعجاز صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ جمہوری اداروں، جمہوریت اور آئین کا دفاع کرنا ہوگا۔ تاریخ نے ہمیں بتایا ہے کہ اس ایوان کے اندر موجود عوامی ووٹ لینے والے منتخب نمائندگان آمریت کے حق میں ووٹ دیتے رہے اور آمریت کو مضبوط کرنے کے لئے یہاں پر لمبی لمبی تقاریر کرتے رہے۔ ہمیں اس مصلحت پسندی سے باہر نکلنا ہوگا، اقتدار کے حصول اور اقتدار کی طوالت کے لئے آمریت کی گود میں بیٹھنے والے لوگوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ عوام کے ہاتھ اور آپ کے گریبان تھے جب 18۔فروری 2008 کو آپ کے خلاف واضح mandate دیا گیا۔

جناب سپیکر! اس ملک کی بقاء ان اداروں کی مضبوطی میں ہے، پاک افواج کو سرحدوں کی حفاظت کرنی چاہئے اور جرنیلوں کو یہ اپنا حق نہیں سمجھنا چاہئے کہ اگر پارلیمنٹ میں کوئی debate ہو رہی ہو تو اس کی بنیاد پر اگلے دن ہی ہمیں سرگوشیاں ملنی شروع ہو جاتی ہیں کہ جی ایچ کیو ناراض ہو رہا ہے اور ملک کے اندر جمہوریت destable ہو رہی ہے۔ اداروں کو اپنی حدود و قیود میں رہنا ہوگا وہ چاہے پاک افواج ہوں، سیاستدان ہوں یا عدلیہ۔ اگر اداروں کی توقیر بلند نہ کی گئی، اپنے عزائم کو کنٹرول نہ کیا گیا اور Constitution کے مطابق اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی نہ کی گئی تو خدانخواستہ ایسے واقعات دوبارہ بھی ہو سکتے ہیں۔ آج یہ ایوان واضح پیغام دینا چاہتا ہے کہ ہم انشاء اللہ بفضل تعالیٰ اس ملک کے اندر آئین اور جمہوریت کی پاسداری اور اس کے تقدس کے لئے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لائیں گے اور عوام کو ان کے حقوق دلائیں گے اور پاکستان کی ترقی کو derail نہیں ہونے دیں گے۔ آمریت کی وجہ سے اس ملک کو دہشت گردی اور بجلی کے بحران کی صورت میں جو لعنت ملی ہے، اس ملک کے اندر اسلامی اساس پر جو کاری ضرب لگائی گئی اور جس طرح لال مسجد پر حملہ کیا گیا ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ میاں نواز شریف صاحب اور میاں شہباز شریف صاحب کی قیادت میں پاکستان کو ترقی اور خوشحالی کے راستے پر آگے بڑھائیں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب نیازی صاحب!

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میں آج اس ایوان کو اس آمر اور اس کے اقدامات کے خلاف قرار داد منظور کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔اس آمر نے ملک کا آئین پامال کیا، اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کو پابند سلاسل کیا، ملک کی لیڈر شپ کو اٹک قلعہ جیسی جیلوں میں قید کیا اور ملک کی جمہوریت پر شب خون مارا۔ آج یہ قرار داد صرف اس جرنیل کے خلاف نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے لئے بھی پیغام ہے جو اس ملک میں جمہوریت کے آنے کے بعد تڑپ رہے ہیں کہ اقتدار ان کے ہاتھوں سے چلا گیا ۔ آپ اور میں یہ چیزیں دیکھ رہے ہیں کہ وہ دن رات ان جمہوری اداروں کے خلاف سازشوں میں لگے ہوئے ہیں۔یہ پیغام ان قوتوں کے لئے بھی ہے کہ وہ اپنی حدود میں رہیں اور اس ملک میں جمہوریت ختم کرنے کی جو سازش کر رہے ہیں وہ نہ کریں۔اس میں یہ پیغام بھی ہے کہ خدارا! اس ملک میں جمہوری اداروں کو چلنے دیا جائے۔اس ملک میں جمہوریت کو چلنے دیا جائے۔یہ جمہوریت ہی کا حسن ہے کہ جو حکمران بھی ووٹ کی طاقت سے اقتدار کے ایوانوں میں آئے گا اسے عوام کا mood سمجھنا ہوگا اور اسے عوام کی بات ماننا ہوگی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: سازشیں کون کر رہا ہے؟ ان کے نام لئے جائیں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا تھا کہ یہ جمہوریت کا حسن ہے کہ عوام کی رائے کو محترم سمجھا جاتا ہے۔اسی 3۔نومبر کی ایمرجنسی کی وجہ سے جن ججوں کو گھر بھیجا گیا تھا انہیں حکمران بحال نہیں کرنا چاہ رہے تھے لیکن عوام کی آواز سنتے ہوئے مجبوراً انہیں بحال کرنا پڑا۔ایک بدنام زمانہ N.R.O کا قانون جس کی بہت مخالفت کی جا رہی تھی اور ہم اس بات کو سراہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی نے عوام کے pressure کی وجہ سے یہ بل قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا۔یہ جمہوریت کا حسن ہے اس لئے ان لوگوں کو بھی اس قرار داد کو سمجھنا چاہئے اور وہ جو جمہوریت کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں وہ بند کریں کیونکہ اب ان کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہوگی۔ یہ اس ملک کی پارلیمنٹ کا حسن ہے اور پارلیمنٹ کا ہی دباؤ تھا۔چند لوگ ٹیلی ویژن پر بیٹھ کر party over اور نظام کو لپیٹا جا رہا ہے جیسی باتیں کر رہے تھے۔یہ ایک آئینی ملک ہے، اس ملک میں Constitution ہے لیکن ہم اس طرح کی خبریں سن کر حیران ہوتے ہیں کہ کیا اس ملک میں جنگل کا قانون رائج ہے کہ جب جس کا دل کرے ایک جرنیل اٹھے اور اس ملک میں جمہوریت کی بساط لپیٹ دے۔یہ ان جرنیلوں کے لئے ایک پیغام ہے۔لہذا ہماری گزارش ہے کہ وہ اس پیغام کو سمجھیں اور ہر ادارہ اپنی حدود میں رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بات کرنے کے لئے میرے پاس بہت زیادہ نام آئے ہوئے تھے جن میں راجہ شوکت عزیز بھٹی صاحب، محمد رفیق صاحب، علی اصغر منڈا صاحب، الیاس چنیوٹی صاحب، جہانزیب وارن صاحب، ڈاکٹر اختر ملک صاحب، خلیل طاہر سندھو صاحب، معین وٹو صاحب لیکن چونکہ اب آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو چکا ہے اور جس طرح لاء منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ ابھی آپ سب نے باہر سیڑھیوں پر جانا ہے -لہذا اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 4۔نومبر 2009 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔